دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ
ماہنامہ
الحق
زیر سرپرستی: شیخ الحدیث حضرة مولانا عبدالحق بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور
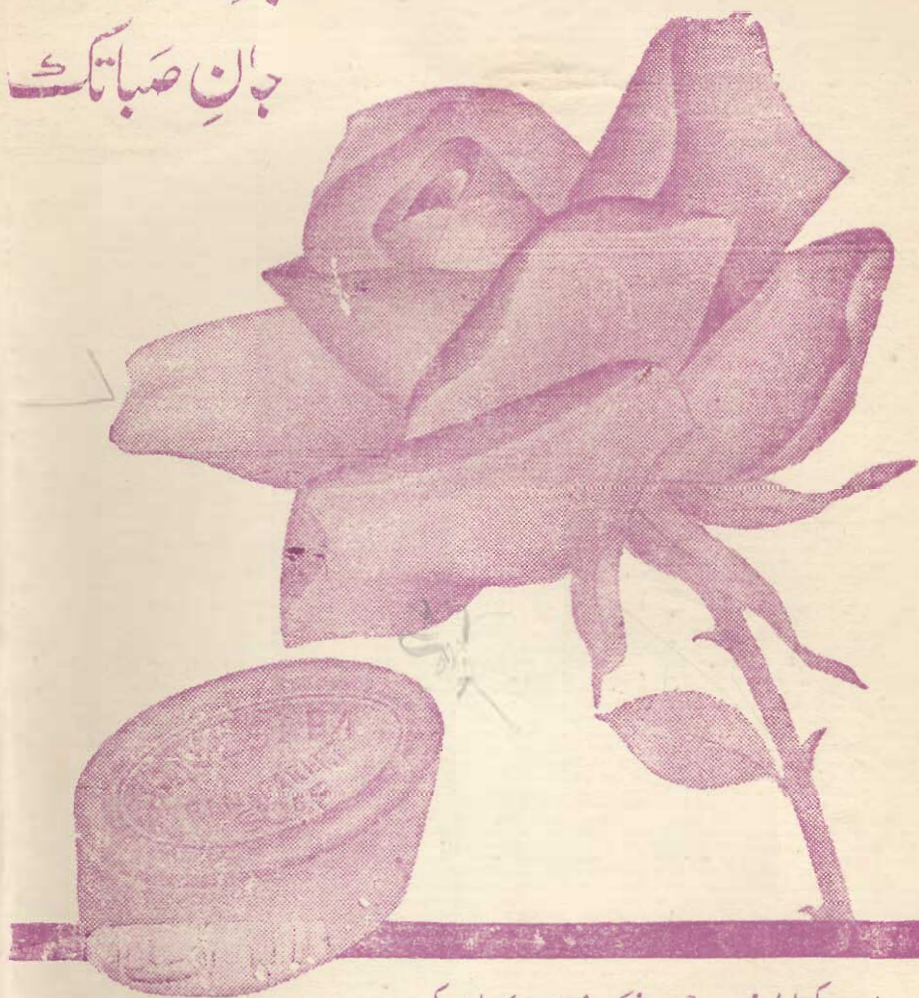
لہٗ دعوۃ الحق

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

جلد : ۵
شمارہ : ۸

ربیع الاول ۱۳۹۰ھ
مئی ۱۹۷۰ء

مدیر ــــــــــ سمیع الحق

اس شمارہ میں

بدل اشتراک
مغربی اور مشرقی پاکستان سے -/۸ روپے ، فی پرچہ ۷۰ پیسے
غیر ممالک بحری ڈاک ایک پونڈ، غیر ممالک ہوائی ڈاک دو پونڈ

سمیع الحق استاد دار العلوم حقانیہ طابع و ناشر نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

نقشِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرکزی حکومت نے سکولوں اور عصری تعلیم گاہوں کیلئے اسلامیات کے نصاب کی از سر نو ترتیب و تدوین کیلئے جو کمیٹی نامزد کی ہے اسکے بارہ میں پچھلے شمارہ میں ہم نے اپنے خدشات کا اشارتاً ذکر کیا تھا یہ مسئلہ عام مسلمانوں بالخصوص اہل علم اور دینی جماعتوں کیلئے جتنی توجہ کا مستحق تھا افسوس کہ ابتک اتنی ہی سرد مہری کا شکار رہا۔ یہاں کی اکثریت (MAJORITY) سنّی مسلمانوں کی ہے جن کے عقیدہ کی اساس خلفاء راشدین کے تقدّس اور تمام صحابہؓ کی عظمت پر قائم ہے۔ بچوں کے دینی نصاب پہ مستقبل میں ان کے عقیدہ، دین اور نظریہ کا دار و مدار ہوتا ہے اگر اس عمر میں بچّوں کے دل و دماغ کا نازک اور پاکیزہ آبگینہ کسی غیر اسلامی جارحیت سے مجروح ہو جائے تو عمر بھر اسے جوڑا نہیں جا سکتا ضرورت اس امر کی تھی کہ غیر سنّی حضرات کو انکی جائز نمائندگی دیتے ہوئے بھی اکثریت کی رعایت بہر حال رکھی جاتی اور ایسے لوگ سنّی علماء میں سے بورڈ میں شامل کرائے جاتے جن کا علمی تبحّر، دینی حمیت اور ذہنی و فکری پختگی مسلّم اور مسلمانوں میں قابل اعتماد ہوتی اور جنہیں اسلامیات کی ترویج اور اشاعت سے والہانہ لگاؤ بھی ہوتا، اور وہ کسی بھی عقیدہ اور مسلمانوں کے کسی بھی قابل احترام شخصیت کے بارہ میں امت کی پوری نمائندگی کا حق ادا کر سکتے مگر ہوا یہ کہ چند افراد کی اس کمیٹی میں نصف یا اس سے زائد نمائندگی شیعہ حضرات کو دی گئی اور وہ بھی ان کے مذہب کے پختہ اور ذمّہ دار سرکردہ افراد کو جبکہ آبادی کے تناسب سے شاید انہیں ۱/۲ نمائندگی بمشکل دی جا سکتی، پھر دوسری ناانصافی یہ ہوئی کہ دو ایک افراد کو چھوڑ کر باقی سنّی حضرات ایسے لئے گئے جنہیں نہ تو مسلمانوں کے جذبات اور معتقدات کے تحفظ سے گہرا اور جذباتی تعلق ہے نہ اسلامی علوم میں مناسب رسوخ اور گہرائی اور نہ انہیں عامۃ المسلمین کا اعتماد حاصل ہے ایسے حالات میں ہمیں بجا طور پر خطرہ ہے اور اس کے بعض شواہد بھی سامنے آچکے ہیں کہ ایسی کمیٹی جو نصاب تیار کرے گی۔ اس میں نہ تو اکثریت کے جذبات کی پوری رعایت رکھی جا سکے گی اور نہ ابوبکر و عمر اور عثمان و معاویہ رضی اللہ عنہم کو ان کا صحیح مقام دیا جا سکے گا، نہ صحابہ کرامؓ کے باہمی اختلافات اور اسلام کی اوّلین تاریخ کو صحیح شکل میں پیش کیا جا سکے گا بلکہ "اختلافی مسائل" کے نام پر ان تمام باتوں کو نشانۂ ستم بنایا جا سکے گا، ہمیں کسی فرقہ اور طبقہ سے کد نہیں، شیعہ تو کیا دیگر اقلیتی طبقوں کو بھی ان کے دین اور مذہب کے تحفظ کی ضمانت حاصل ہے۔ ہمیں ملکی یکجہتی اور ملّی اتحاد بہر حال عزیز ہے سنّی مسلمانوں کیلئے تمام صحابہؓ واجب التعظیم ہیں کسی خلیفۂ راشد اور صحابی کی عظمت سے انہیں اختلاف نہیں، سب کو احترام اور محبت کی نظروں سے دیکھنا ان کا جزو ایمان ہے لیکن اگر خدانخواستہ معمولی سی تعداد رکھنے والے کسی طبقہ کو ان باتوں سے اتفاق نہیں اور وہ خواہ مخواہ دھڑے بازی اور عصبیت کی بناء پر ہماری ملّی یکجہتی کو حق و ناحق اور ظالم و غیر ظالم کی تقسیم سے

پارہ پارہ کرنا چاہتی ہے تو یہاں کی اکثریت ایسے کسی بھی ارادہ اور سازش کو کامیاب نہیں ہونے دے گی جس سے مسلمان بچوں کا مستقبل مخدوش اعدان کا دینی ذہن مجروح ہو سکتا ہو اور نتیجۃً اس سے ہماری قومی یکجہتی بھی متاثر ہو سکتی ہو۔ اسلئے لازمی ہے کہ ایسے کسی نصاب کمیٹی میں اقلیتی طبقوں کو ان کی شرح آبادی سے زیادہ نمائندگی ہرگز نہ دی جائے پھر سنی مسلمانوں کیطرف سے بھی ایسے راسخ العقیدہ علماء لئے جائیں جن کا علم وعمل دینی تصلب، اسلامی حمیت مسلّم ہو، مسلمانوں کا ان پر اعتماد ہو اور تعلیم وتربیت سے متعلق امور میں بھی انہیں پورا تجربہ حاصل ہو۔ چند نام نہاد "ماہرین تعلیم" کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ملک کے سوادِ اعظم کے جذبات اور معتقدات کو اسطرح خطرہ میں ڈال کر خدشات اور بے چینی کی فضا پیدا کریں اگر حکومت نے بھی خدانخواستہ ایسے کسی نصاب کو جلدی میں منظور کروا کر نافذ کرنے کی کوشش کی تو قوم کا دل اور ضمیر، ایمان ویقین احساس اور شعور اسی طرح اسے ٹھکرا دے گی۔ جیسا کہ وہ عائلی قوانین اور اسطرح کے دیگر غیر اسلامی منصوبے بڑی حقارت سے ٹھکرا چکی ہے۔ اس لئے کہ مسلمان اپنے جگر گوشوں اور نونہالوں کو ابوبکرؓ کے دامنِ شفقت اور عمرؓ کے سایۂ عافیت سے نکالدینے کو اتنی آسانی سے برداشت نہیں کر سکیں گے۔

مشرقی پاکستان نیشنل عوامی پارٹی کے صدر پروفیسر مظفر احمد نے کراچی کے ایک جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ان کی رائے میں مذہب، سیاست اور معیشت علیحدہ علیحدہ شعبے ہیں۔ مذہب میرے سر کا تاج ہے مگر روٹی کیلئے جدوجہد سے مذہب کا کوئی تعلق نہیں، اس جلسہ میں نیپ کے دوسرے رہنماؤں نے بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا۔۔ صرف نیپ نہیں بلکہ کئی دوسری پارٹیاں بھی مذہب کے بارہ میں بار بار اسی قسم کے مضحکہ خیز تصوّر کا برملا اظہار کرتی رہتی ہیں اور عام مسلمانوں کیلئے مذہب کے بارہ میں ایسی ناقص سطحی اور عیارانہ ذہنیت بجا طور پر موجب حیرت اور تعجب بن جاتی ہے یہ لوگ ایک طرف تو منافقانہ روش اختیار کرکے مذہب کو سر کا تاج کہہ دیتے ہیں مگر اس کے فوراً بعد اپنے چار پانچ فٹ جسم کی اقلیم کو بھی اس تاج کی فرمانروائی سے الگ کر دیتے ہیں، سوال یہ ہے کہ اگر مذہب کا یہ تاج اتنا مجبور وبے بس ہے کہ پیٹ اور روٹی جیسے بنیادی مسائل میں بھی اپنی بالادستی منوا نہیں سکتا تو پھر اس تاج کو سر پہ رکھنے کا تکلف کیوں کیا جاتا ہے۔؟ اور انتخابی مہم میں عوام کو ورغلانے کی خاطر قرآن وسنت کی بنیاد پر آئین کے نعروں کو ان کا ضمیر کیسے برداشت کر لیتا ہے؟ اگر احساس اور ضمیر زندہ ہو تو ایسے دوغلہ پن سے انسان خود بھی شرمندہ ہو جاتا ہے ـــــ مذہب اگر سیاست اور معیشت جیسی گہرائی اور گیرائی رکھنے والے مسائل پر بھی کنٹرول نہ رکھ سکے اور عبادات میں تو پہلے سے ایسے نعرہ بازوں کی جگہ صفر ہوتی ہے تو آخر مذہب کس مرض کی دوا رہ جاتا ہے

جس کا نام تبرکاً یا اغراض کی خاطر استعمال کیا جائے۔ ہمارے اکثر سیاستدانوں کا یہی ملحدانہ ذہن اور منافقانہ روش ہے جس نے قوم کو ایسے ہولناک چورا ہے تک پہنچا دیا ہے ۔۔۔ اسلام کا دعویٰ ہے کہ وہ انسانی زندگی کے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ شعبہ سے بھی بے تعلق نہیں رہ سکتا وہ اگر روٹی کا مسئلہ اور جنسی تقاضوں کو جائز و ناجائز اور حلال و حرام کی پابندیوں سے آزاد چھوڑ دے تو پھر انسان اور دیگر حیوانات اور چوپایوں میں فرق ہی کیا رہ جاتا ہے۔ مذہب انسان کو انسان بنانا چاہتا ہے اس لئے وہ سیاست اور معیشت تو کیا بول و براز جیسی باتوں پر بھی اپنے احکام اور ہدایات لاگو کرتا ہے۔ بلاشبہ مذہب ہمارے سروں کا تاج ہے، مگر ایسا تاج کہ اس کے پہننے والے اپنے زمانہ کے جبر استحصال کرنے والی سب سے بڑی طاقت قیصر اور کسریٰ کے تاج کو مدینہ کی گلیوں میں ٹھوکریں لگاتے اور روندتے پھرتے ہیں۔ پوری انسانیت اس تاج کی چمک دمک سے روشن ہوئی، اس تاج نے دکھوں کا مداوا کیا، انسان کو انسان بنایا، اس کی تمام حاجتوں اور ضرورتوں کو پورا کیا مگر جب مذہب دلہن کا روایتی تاج بن کر رہ گیا جس کا مقصد صرف وقتی آرائش اور نمائش سمجھا گیا ہو اور باقی تمام جسم اس تاج کی حکمرانی سے آزاد کرا دیا گیا۔ تو روٹی کا مسئلہ پیدا ہوا، پوری انسانیت پیٹ کے قعر مذلت میں جا گری اور ساری دنیا اس غلیظ گڑھے کے گرد بھوکے گدھ کی مانند گھومنے لگی مگر نہ تو کسی کی ہوس پوری ہوئی نہ بھوک اور پیاس ختم ہوئی۔ اگر روٹی کا مسئلہ مذہب سے آزاد ہو گیا تو یاد رکھئے کہ انسان ایک ایسا بھوکا کتا رہ جائے گا جو کسی مردار کو نوچنے کی خاطر پوری زندگی اپنے بنی نوع پر غرانے اور چنگھاڑنے میں گزار دیتا ہے۔

خدا کے بندو ذرا ہوش سے کام لو۔ مذہب کو اتنا سستا سمجھ کر پوری انسانیت کو ذلت کے بازار میں اتنا گھٹیا اور بے دام مت بناؤ، مذہب ہمیں ایک لاثانی اور معیاری مخلوق بنانا چاہتا ہے اور یہ تب ممکن ہے کہ ہماری سیاست و معیشت تمدن اور معاشرت اور ہمارے تمام حوائج اور ضروریات کی کوئی ادنیٰ سی بات بھی مذہب کے دائرہ سے باہر قدم نہ رکھ سکے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

سمیع الحق
یکم ربیع الاول سنہ ۱۳۹۰ھ

ضبط و ترتیب : ادارہ الحق

اللہ اور رسولؐ کی محبت

خطبۂ جمعۃ المبارک محرم الحرام ۱۳۹۰ھ

نحمدہ ونصلی — الخ والذین آمنوا اشد حبا للہ —— الآیۃ

محترم بھائیو! اللہ جل مجدہ کا بے حد احسان ہے کہ ہمیں ایمان سے نوازا۔ اور پھر ہمیں اپنی ذات سے محبت کرنے کو بھی ضروری قرار دیا اور فرمایا کہ جن لوگوں کا مجھ پر ایمان ہے۔ دعوٰی ایمان کا کرتے ہیں، تو ایسے لوگوں کو اللہ کے ساتھ ہر چیز سے بڑھ کر محبت ہوتی ہے والذین آمنوا اشد حبا للہ ۔ مومنوں کو اللہ سے بے حد محبت ہوتی ہے۔ ایک آیت میں اسکی وضاحت اس طرح فرمائی گئی ہے۔

قل ان کان آباءکم وابناءکم	ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے
واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم	باپ اور بیٹے اور بھائی، بیویاں، اور
واموال اقترفتموھا وتجارۃ	برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں
تخشون کسادھا ومسٰکن	اور تجارت جس کے نقصان یا بند
ترضونھا احب الیکم من	ہونے سے تم ڈرتے ہو اور حویلیاں
اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ	مکان اور بلڈنگ جن کو تم پسند کرتے
فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ	ہو تم کو اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ
واللہ لایھدی القوم الفسقین	پیاری اور محبوب ہیں۔ اور اسکی راہ میں

جہاد کرنے سے بھی یہ چیزیں زیادہ پسندیدہ ہیں تو پھر خدا کی طرف سے عذاب اور سزا کے کسی حکم کا انتظار کرو۔

اللہ کی محبت ہر خواہش اور تمنا پر مقدم ہے

معلوم ہوا کہ مسلمان وہ ہے جو اللہ اور اس کے

رسول کے مقابلہ میں اپنی تمام خواہشیں اولاد کی تمنائیں اور ترقی و تنزل کے تمام امور سے بے نیاز ہو جائے اور یہ سب کچھ اللہ اور رسول کے حکم کے مقابلہ میں پس پشت ڈال دے۔ والد نے کہا کہ شرک کر لو، تم شرک سے انکار کر دو، اس نے حکم دیا کہ میری خاطر جھوٹی گواہی دیدو، آپ نے انکار کر دیا۔ اس نے کہا کسی کو قتل کر دو، آپ نہ مانے، اولاد کی خواہش اور آرزو ہے کہ فلاں کام اسطرح ہو جائے، اور وہ چیز خلاف شرع ہے، آپ ان کی خواہش پوری کرنے سے انکار کر دیں قوم قبیلہ، کنبہ اور برادری کسی رسم و رواج پر مجبور کرے، مگر آپ خدا اور رسول کی مخالفت کے ڈر سے ایسے تمام امور سے اجتناب کریں۔ برادری کے لوگ کوئی ایک کام خلاف شرع کرنا چاہیں، آپ نہ مانیں اور ان سب چیزوں کو پس پشت ڈال کر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری کو مقدم سمجھ لیں۔ تب آپ ایمان کے دعویٰ میں سچے ہوں گے اور والذین آمنوا اشدّ حبّاً للّٰہ کا مصداق بن جائیں گے۔

صحابہؓ نے کیسے کیسے نمونے پیش کئے۔ صحابہؓ نے کیسے کیسے نمونے اس بات کے پیش کئے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے صاحبزادہ جنگ بدر میں کفار کے ساتھ تھے بعد میں مخلص مسلمان ہوئے۔ ایک دفعہ اپنے والد صاحب سے باتوں باتوں میں کہا کہ ابا جان فلاں لڑائی میں آپ بالکل میرے نشان پر تھے اور میری تلوار یا تیر کی زد میں آگئے تھے۔ مگر آپ کی حرمت اور عزت کا لحاظ کیا کہ والد ہیں، اور آپ کو بچا لیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا بیٹا اُسی وقت جب کہ تم حالت کفر میں تھے، اور کافروں کے ساتھ تھے اگر میری نظر یا میری زد میں آگئے ہوتے تو میں کبھی آپ کو نہ چھوڑتا ——— یہ سچ ہے کہ اولاد سے محبت بہت زیادہ ہوتی ہے مگر جب تم کفر کے ساتھ تھے اُس لئے میرے لئے اللہ کا حکم مقدم تھا اور شفقت پدری کی رعایت ثانوی چیز تھی۔ حضور نے ارشاد فرمایا: لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احبّ الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ تم میں سے کوئی اس وقت تک مسلمان نہیں کہلا سکتا جب تک میں اُسے اپنے والد اور اولاد اور سارے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

جنگ بدر میں ستر سرکردہ کافر قیدی بنائے گئے۔ حضورؐ نے صحابہ سے اس کے بارہ میں مشورہ کیا کہ انہیں چھوڑنا چاہئے یا فدیہ لیکر رہا کر دیا جائے، یا قتل کر دیا جائے حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ یہاں جو مسلمان مہاجر موجود ہیں، یہ بھی مکہ کے باشندے ہیں اور قیدی

بھی مکہ کے ہیں۔ اور یہ مسلمان اور قیدی سب آپس میں قریبی رشتہ رکھتے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو جو قیدی جس مہاجر کو سب سے زیادہ عزیز اور قریب ہے، وہی مہاجر اپنے ہاتھ سے اس کافر کو قتل کر دے۔ کوئی باپ ہے، کوئی چچا، کوئی بیٹا، کوئی بھائی۔ مگر حضرت عمرؓ نے اسلام کی راہ میں ایسے تمام رشتوں کو حائل نہیں ہونے دیا۔ یہ تھا ایمان و یقین اور اللہ و رسول سے محبت کا جذبہ ——— ظاہر بات ہے کہ صحابہؓ کو اپنے اعزہ و اقارب سے بے حد شفقت ہوگی مگر یہ جذبۂ ایثار و اطاعت اللہ کی راہ میں تھا۔

مدینہ کے عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین ہیں، سرغنہ تھے۔ ان کا بیٹا حضرت عبداللہ بن عبداللہ مخلص اور جان نثار مسلمان تھے عاشقِ رسولؐ اور عاشقِ صحابہؓ تھے۔ ایک لڑائی میں مہاجر اور انصار کی آپس میں معمولی سی جھڑپ ہوئی، عبداللہ بن ابی ایسے موقع کی تلاش میں رہتے۔ منہ سے نکلا کہ:

لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل۔ اگر ہم اس دفعہ مدینہ واپس پہنچ گئے تو ہم سے جو عزت مند اور مقامی ہیں ان ذلت والے پردیسیوں کو نکال باہر کر دیں گے۔

عبداللہ بن ابی نے عصبیت کا نعرہ جو جاہلیت کا نعرہ تھا، بلند کیا کہ ہم نے ان لوگوں کو جگہ دی کپڑا روٹی مکان دیا۔ اب یہ ہمارے اوپر مسلط ہونا چاہتے ہیں۔ اذل میں اشارہ صحابہ کرامؓ کی طرف تھا کہ وہ ذلیل ہیں۔ ہم عزت والے، یہ بات ان کے بیٹے حضرت عبداللہؓ تک پہنچی کہ میرے والد نے صحابہ کرامؓ کی توہین کی۔ ان کی شان میں برے الفاظ نکالے تو تلوار سونت کر مدینہ کے دروازہ میں کھڑے ہوئے اور جب ان کے والد وہاں پہنچے تو انہیں راستہ میں آلیا اور کہا کہ جب تک تم اپنے آپ کو ذلیل اور صحابہ کرامؓ کو اعزؔ (عزت والے) نہ کہیں، مدینہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا۔

باپ نے یہ منظر دیکھا تو چیخا چلایا کہ دیکھو مجھ جیسے بڑے آدمی کے ساتھ ——— ——— بیٹا ایسا سلوک اور جرأت کر رہا ہے۔ لوگوں نے کہا آپس میں باپ بیٹا ہیں۔ حضورؐ تک بات پہنچی آپ نے انہیں بلایا اور وجہ دریافت کی۔ فرمایا کہ میں سب سے زیادہ والدین کا احترام کرتا رہا ہوں، کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ گویا مسلمان کا تو کام یہ ہے کہ اللہ اور والدین کا شکرگزار رہے۔ ان اشکرلی ولوالدیک۔ اگر یہاں معاملہ آتا

اللہ اور اس کے رسولؐ اور صحابہؓ کی عزت و احترام کا کہ یہ صحابہؓ کو اذل اور اپنے کو عزیز سمجھتا ہے تو یہ بات میں ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔ الغرض جب تک عبداللہ بن ابی نے یہ نہ کہا کہ میں ذلیل ہوں اور صحابہؓ معزز اور قابل احترام تب تک اُسے نہ چھوڑا تو مسلمان تو اللہ اور اس رسول کا پروانہ ہوتا ہے۔ وہ خدا کی اطاعت رسول کی سنت اور دین کی اشاعت اور تحفظ کیلئے مال و جان سب کچھ قربان کر دے گا، مگر اس بات کے لئے آمادہ نہیں ہو سکے گا۔ کہ خدا کا حکم پیچھے ڈال دیا جائے۔ حضورؐ کی سنت رہ جائے۔

محبت کے تمام اسباب اللہ میں جمع ہیں بھائیو! مسلمان کو اللہ سے محبت کیوں لا نہ ہو گی دنیا میں کسی سے محبت کے چار اسباب ہوتے ہیں۔ کسی سے قرب ہوتا ہے رشتہ جیسے کہیں۔ خداوند تعالیٰ ہمارے وجود سے بھی زیادہ قریب ہے۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ ہم انسان کو اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں۔

زید کے ساتھ اپنے وجود کا تعلق مؤخر ہے۔ اور اللہ سے تعلق پہلے ہے۔ کیونکہ اس نے ایصال وجود الی الماھیۃ کیا ہے۔ ہر شخص کو اپنا نفس محبوب ہے۔ اور دیگر تمام اشیاء اس لئے محبوب ہیں کہ وہ اس نفس کے فلاح و بہبود کے لئے ہیں۔ تو نفس سے بھی زیادہ جو ذات قریب ہے۔ اس سے تو اپنی جان اور نفس سے بھی بڑھ کر محبت ہونی چاہیئے۔

دوسرا سبب محبت کا احسان ہوتا ہے۔ الانسان عبد الاحسان۔ مقولہ ہے۔ جس سے اچھا کر دے گے وہ تابعدار اور فرمانبردار ہو جاتا ہے۔ کتے کو جب روٹی ڈالا کرتے ہو تو وہ حیوان ہے مگر وہ بھی محبت میں آپ کی چوکیداری کرتا ہے۔ خدمت کرتا ہے۔ اس لئے کہ انسان نے اس کے ساتھ احسان کیا تو انسان تو عقلمند ہے، ہوشیار ہے، اور احسانات بھی تمام کے تمام اور سب سے بڑھ کر خداوند تعالیٰ کے ہیں یہ سب نعمتیں جتنی ہیں، آنکھ، ناک، کان، ہاتھ پاؤں غرض سب نعم ظاہری و باطنی روحانی اور جسمانی سب من اللہ ہیں اس کے احسانات کا تو عدو حساب نہیں۔ واسبغ علیکم نعمہٗ ظاھرۃً وباطنۃً۔ اس نے تمہارے اوپر ظاہری و باطنی نعمتوں کی بارش کر دی۔ اس طرح کسی کے کمال کی وجہ سے محبت کی جاتی ہے تو کمالات سب اللہ میں موجود ہیں، دیکھئے علم کی قدر کی جاتی ہے، کوئی حسن کی قدر کرتا ہے تو ان سارے کمالات کا دینے والا اللہ ہے اگر کوئی ڈاکٹر ہے، انجینئر ہے، عالم ہے، تو یہ سب کمال اللہ نے دیا ہے۔ چاند سورج حسین ہیں، خوبصورت ہیں، یہ حسن انہیں کس نے

دیا۔؟ اللہ ہی نے دیا۔ جب اس کی مخلوق میں ایسی ایسی حسین چیزیں موجود ہیں تو جو دینے والا ہے۔ اس کا خزانہ تو ان تمام انعامات اور کمالات سے لبریز ہوگا، تو قرب، جمال، کمال، احسان، قوت، غلبہ اور سلطنت سب اس میں ہے تو اس سے محبت نہ کریں تو کس سے کریں۔ والذین آمنوا اشدُّ حبّاً للّٰہ۔ ان چیزوں کی معرفت ایمان سے حاصل ہوگی، اور جتنی معرفت ہوگی اتنی محبت میں زیادتی ہوگی اور محبوب کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے تو محبوب سے جس چیز کو نسبت ہوگی وہ بھی پسندیدہ ہوگی۔ تو اللہ کیطرف جو چیزیں منسوب ہیں ان سے بھی محبت ہوگی اگر کسی مکان یا زمانہ کو اس سے نسبت ہو جائے وہ پسندیدہ ہو جائیگی۔ مجنوں جب لیلیٰ کے گھر اور گلی میں گذرتا تو ایک ایک دیوار چومتا، کسی نے پوچھا کہ یہ کیا کر رہے ہو، کہاکہ ؎

وما حبّ الدیار شغفن قلبی ولکن حبّ من سکن الدیار

ان بنگلوں اور گارے مٹی کی دیواروں سے محبت نہیں بلکہ ان میں بسنے والی محبوبہ لیلیٰ کی نسبت کی وجہ سے چومنا چاہتا ہوں۔ مجنوں لیلیٰ کی گلی سے گذرنے والے کتے کو بھی گود میں بٹھاتا اور اُسے چومتا۔ کسی نے کہاکہ دیوانے تیرا دماغ خراب ہے؟ تو وہ کہتا نہیں یہ کتا کبھی لیلیٰ کی گلی سے گذرا ہوگا۔ اُس کی ہوا اسے لگی ہوگی۔

تو ایک مجازی عاشق ایسی چیز کی جسے محبوب سے ادنیٰ اور معمولی سی نسبت بھی حاصل ہو جائے قدر کرتا ہے۔ تو جو اشیاء اللہ کیطرف منسوب ہیں اُن سے محبت کیوں نہ کی جائے۔ پھر یہ ساری مخلوق اللہ سے ایک گونہ نسبت رکھتی ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا:

الخلق عیال اللّٰہ فی الارض	یہ ساری مخلوق اللہ کے لئے بمنزلۂ اولاد
واحبھم الی اللّٰہ احسنھم الی	ہے اللہ کی مصنوع اُسکی کاریگری ہے
خلقہ۔	اور خدا کو زیادہ وہی شخص محبوب ہے
	جو اسکی مخلوق کے ساتھ احسان کرتا ہے۔

دیکھیئے کسی سے محبت ہو تو اسکی کاریگری سے بھی محبت کرتے ہیں، اُسے نشانی کے طور پر رکھتے ہیں۔ اگر کسی ایسے شخص کا دستخط کسی کاغذ پر مل جائے تو لیکر اُسے چومتے ہیں۔ آنکھوں پر لگاتے ہیں۔ اس لئے کہ اسے کسی سے نسبت ہے، یہ اس کی دستکاری ہے۔ اسطرح یہ سارا عالم اللہ کا کارنامہ ہے، اس کے ید قدرت کی پیداوار ہے تو ساری مخلوق قابلِ قدر اور لائق محبت ٹھہری ـــــ اسی طرح اللہ کے رسول کو سب سے بڑھ کر

نسبت اللہ سے حاصل ہے تو رسول کے ساتھ محبت بھی سب سے بڑھ کر ہوگی، کیونکہ رسول ہماری ہدایت کے لئے اللہ کیطرف سے بھیجے گئے ہیں خدا کے بعد ساری مخلوق میں اس کی شان ہے۔؟ بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر۔

اور جب رسول سے محبت لازمی ٹھہری تو اسکی ہر سنت، ہر قول و فعل اور تمام طور و طریقوں اور سب اداؤں پر جان نثار کرنا ہوگی۔ کیونکہ ان تمام چیزوں کو رسول اللہ سے نسبت ہوگئی ہے۔ اور خود رسول کو اللہ کی طرف نسبت ہے۔ اور اگر اللہ سے محبت ہے تو کلام اللہ سے محبت ہوگی، کیونکہ یہ اسکی کلام ہے۔ اور بیت اللہ سے بھی ہوگی کیونکہ یہ اس کا گھر ہے۔ اور اسکی طرف منسوب ہے۔ تمام مساجد سے محبت ہوگی کیونکہ یہ اسکی عبادت گاہیں ہیں۔

برے اعمال سے حضورؐ کو اذیت ہوتی ہے۔ | پھر دیکھئے کہ کوئی عاشق اپنے معشوق کو اذیت دینا برداشت نہیں کرے گا۔ آج ہم ان کفار پر لعنت بھیجتے ہیں جن کے ہاتھوں حضورؐ کو تکلیف پہنچی، ہمارے سینے جذبات سے موجزن ہیں کہ کاش ہمیں ابوجہل مل جائے تو ہم اسکی ایک ایک بوٹی نوچ لیں۔ اس لئے کہ اس نے ہمارے محبوب کو تکلیف پہنچائی۔ غرض ہر دشمنی کرنے اور ہر ایذاء پہنچانے والا ہماری نظروں میں حقیر ہے۔ اس لئے کہ اس نے ہمارے محبوب کو اذیت دی ہے۔ تو ذرا اپنے اوپر بھی ایک نظر ڈالیں اور ذرا سوچیں کہ کہیں خود تو ہم حضور نبی کریم علیہ السلام کو ایذا نہیں پہنچا رہے۔؟ اور ہمارے اعمال کی وجہ سے آج حضورؐ کو اذیت تو نہیں ہو رہی ـــــ کسی والد کو اپنی اولاد کی برائی کی وجہ سے کتنا دکھ ہوتا ہے۔ دنیا کی ہر خوشی مل جائے مگر اسے صدمہ ہوتا ہے کہ اولاد بے دین ہے بے عمل ہے، میرے کارناموں پر پانی پھیر رکھا ہے، اس کے مسلک کے خلاف ہے تو والد کو کوفت ہوتی ہے اس طرح حضورؐ بھی ہمارے روحانی والد ہیں۔ وازواجہ امھاتھم۔ ان کی بیویاں ہماری مائیں ہیں۔ ہزاروں آباؤ اجداد کی شفقت و محبت ان پر قربان ہو جائے تمام اباء و اجداد کی محبت ایک طرف اور حضورؐ کی شفقت اپنی روحانی اولاد سے ایک طرف ـــــ

اور جب ہم ان کی اولاد ٹھہرے اور وہ ہمارے والد، تو حدیث میں آتا ہے کہ ہفتہ میں دو بار امت کے اعمال اجمالاً حضورؐ کو پیش ہوتے ہیں، مثلاً صوبہ سرحد کے باشندے کیا کرتے ہیں، پشاور والوں کا کیا حال ہے۔ یہ اجمالاً عرض اعمال ہے امت کی کارگذاری پیش ہوتی ہے تو جب انہیں معلوم ہو جائے کہ میری روحانی اولاد برے طور طریقوں کے بالکل

الٹ جا رہی ہے۔ تو کیا خیال ہے کہ حضورؐ کے قلب اطہر کو صدمہ نہ ہوگا۔

مرزا بیدل کا قصہ | آپ نے وہ قصہ سنا ہوگا۔ ایک شاعر تھے مرزا بیدل صوفی منش آدمی تھے، عشق رسول تھا، ایران کے بادشاہ کیطرف سے سفارت آئی، دربار میں بادشاہ سے خواہش ظاہر کی کہ ہم نے ایران میں مرزا بیدل کا چرچا سنا ہے۔ اس کے اشعار سنے ہیں۔ اگر ان کی زیارت بھی ہو جائے تو اچھا رہے گا۔ بادشاہ نے کہا یہ سامنے ہی تو بیٹھا ہوا ہے۔ اسکی داڑھی کتری ہوئی تھی، یہ لوگ اسے دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے کہ اتنا نام ایسے اشعار ایسی تحریر اور کارنامے، مگر داڑھی تراشتا ہے، تو تعجب سے کہا کہ "ایں مرزا بیدل ست ریش می تراشد" مرزا بیدل نے سنا۔ شاعر تھا باکمال۔ کہا کہ آغا ریش می تراشم ولے دل کسے را نہ می تراشم۔

شیطانی وسوسہ | آج بھی بہت لوگ کہتے ہیں کہ ایمان تو دل میں ہے داڑھی میں نہیں۔ یہ تو مولویوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ تو مرزا بیدل نے بھی کہا کہ داڑھی کترتا ہوں کسی کے دل کو تو زخمی نہیں کرتا۔ کسی کو اذیت نہیں پہنچاتا۔ گالی گلوچ نہیں کرتا، ضرر نہیں پہنچاتا۔ حضورؐ کے ارشاد المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ سے بہت لوگوں کو مغالطہ ہو جاتا ہے کہ کسی کو تکلیف مت پہنچاؤ، باقی جو جی میں آئے کرو بس مسلمانی حاصل ہو گئی اور صلح کل بن گئے ہیں اور بہت سے یاروں نے یہ فرض کر لیا ہے کہ بس کلمہ پڑھ لو پھر دنیا کا ہر کفر ہر ظلم اور ہر برائی اختیار کرو۔ مسلمانی کلمہ پڑھ کر ایسی چپک گئی ہے کہ اب کسی طرح بھی جدا نہیں ہو سکتی، حالانکہ یہ محض ابلیس کی شر انگیزی ہے۔ اسلام تب رہے گا کہ تمام عقائد اور نظریات بھی کلمہ شہادت کے تحت رہیں اور رسول کے بیان کئے ہوئے ضروریات دین میں سے کسی بات سے انکار نہ ہو۔

الغرض مرزا بیدل نے کہا کہ کسی کے دل کو تکلیف نہیں دیتا۔ ایرانی مہمانوں نے برجستہ کہا کہ "بلے ولیکن دل رسول اللہ رامی خراشی" جب حضورؐ کے امتی بن کر ان کی سنتوں کی مخالفت کرتے ہو تو ان کے دل کو چوٹ لگاتے ہو۔ مرزا بیدل کے دل پر چوٹ لگ گئی اور ہمیشہ کیلئے تائب ہو گیا۔ تو جب ہمارے اعمال حضورؐ کو پیش ہوتے ہیں تو کیا ہم حضورؐ کے قلب مبارک کو تکلیف کا باعث نہیں بنتے۔

ہم شریعت سے پھر جائیں زندگی ساری اسکی مخالفت میں گذرے تو انہیں ہماری

وجہ سے خوشی حاصل ہوسکتی ہے ؟ ہرگز نہیں بلکہ ہر نبی خصوصاً رحمۃ للعالمینؐ کو صدمہ ہوتا ہے۔ کہ میرا کلمہ گو امتی میرے راستے پر کیوں نہیں چلتا اور حضورؐ نے فرمایا کہ :

من اذانی فقد اذی اللہ و من اذی اللہ یوشک ۔الخ　　جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ کو اذیت دینا چاہی۔ اور جو ایسا کرتا چاہیے تو قریب ہے کہ اللہ اسے اوندھے منہ جہنم میں پھینک دیگا۔

محترم بھائیو! اگر اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے تو اس کے احکام و فرامین اور سنتوں سے بھی لازماً محبت کرنا ہوگی۔ اسی لئے تو ہم پیدا کئے گئے کہ نہ صرف خود بلکہ ساری دنیا سے اللہ اور رسول کے احکام اور سنتوں پر عمل کرائیں گے۔ اسی لئے ہمیں خیر امۃ کہا گیا کہ تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔

حضورؐ کی تعلیمات سے ساری دنیا کو پاکیزہ بنانا ہے۔

اس لئے نہیں کہ خود بھی اللہ اور رسول کو چھوڑ کر دیگر اقوام کے پیچھے بھاگتے پھریں گے۔ بلکہ ہمیں تو خود کو بھی اور ساری دنیا کو بھی تعلیمات نبویہ سے ظاہراً و باطناً مزکی کرنا ہوگا۔ اور اس راستہ پر چلانا ہوگا جو حضورؐ نے متعین کیا پھر دیکھیئے کہ ہمارے اوپر دنیا اور آخرت کے خزانوں کے دروازے کھلتے ہیں یا نہیں اور اگر ایسا نہ ہو ہر چیز مل جائے مگر اللہ کی یاد اس کے قانون سے اعراض ہو تو انجام یہی بربادی اور پریشانی ہوگی۔ ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃً ضنکا۔ جس نے میری یاد سے پیٹھ پھیر لی اس کے لئے زندگی ہوگی بہت تنگ اور پریشانیوں سے لبریز، سکون و عافیت سے محروم رہے گا۔ کروڑوں کے مالک بن جائیں دنیا بھر کی سلطنت مل جائے مگر معیشت تنگ ہوگی۔ یہ نتیجہ ہوتا ہے مقصد حیات سے اعراض اور خدا کی یاد اور محبت سے غفلت کا۔

محبت حاصل کرنے کے امور ظاہر و باطن کی صفائی

اللہ کے ہاں مال و دولت حسب و نسب اور جمال و کمال کی قدر نہیں بلکہ ذکر و فکر، محبت خداوندی، فکر آخرت، اطاعت تابعداری اور رسول سے محبت کی قدر ہے، یہی اسکی محبت حاصل کرنے کے امور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مومنوں میں شمار کردے اور ایمان کی برکت سے اللہ ان تمام چیزوں سے بھی محبت کرادے جو اللہ کیطرف نسبت رکھتی ہیں ــــ اور کامل تابعداری نصیب ہو ــــ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ ■■

سیرتِ طیبہؐ کا مطالعہ

ایک تقریر جناب مقرر کے قلم سے
جو (نیروبی) افریقہ کے ایک غیر مسلم
اجتماع میں کی گئی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الَّذِیْ لَانَبِیَّ بَعْدَہٗ

عزیز دوستو! ایک مسلمان کے لئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سرمایۂ دنیا بھی ہے۔ اور زادِ آخرت بھی، بغیر اتباع سنت رسول نہ ہمیں دنیا میں خوشگوار زندگی بسر کرنے کا سلیقہ آسکتا ہے اور نہ ہماری آخرت ہی سنور سکتی ہے۔ اس لئے ایک مسلمان کے نزدیک فکر و نظر، مطالعہ و تعلّم کا موضوع ہی سیرۃ نبوی ہوتا ہے۔ اور یقیناً ہونا ہی چاہیئے۔

لیکن غیر مسلموں کے لئے بھی اگر وہ حقیقۃً علمی انداز میں انسانیت کا صحیح ترین اور اعلیٰ ترین مطالعہ کرنا چاہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہؐ سے زیادہ اہم اور کوئی موضوع مطالعہ کیلئے نہیں ہو سکتا۔ جتنا گہرا اور جس قدر وسیع مطالعہ سیرت طیبہؐ کا کیا جائے گا، اتنا ہی زیادہ وضاحت کے ساتھ یہ حقیقت روشن ہوگی کہ انسان کیا ہے۔ اور انسانیت کسے کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل و اکمل زندگی کو چھوڑ کر اگر دنیا کے کسی اور فرد مجموعہ افراد بلکہ کسی بڑی جماعت کا بھی مطالعہ کیا جائے تو زندگی کے سینکڑوں سوالات محض سوالات ہی رہ جاتے ہیں۔ اور ان کا کوئی تشفی بخش جواب ہمیں نہیں ملتا ہے۔ کچھ تو اس لئے کہ تاریخی شواہد میسر نہیں آتے اور سب سے زیادہ اس لئے کہ دنیا میں جتنے کامیاب و نامور اشخاص ہمیں ملتے ہیں وہ سب کسی نہ کسی ایک ہی رخ سے کامل ہوتے ہیں، زندگی کے باقی رخ میں وہ بالکلیہ ناقابل اتباع بلکہ ناممکن الاتباع نظر آتے ہیں۔

انسان کامل | تاریخ کے اوراق میں آپ کو ایسے بہت سے لوگوں کا تذکرہ مل سکتا

ہے جو بہت ہی کامیاب اور عظیم الشان فاتح تھے، لیکن کیا وہ اتنے ہی کامیاب ہمسایہ، باپ، بیٹا اور شوہر بھی تھے۔؟ ایسے بہت سے لوگوں کا قصہ ہمیں ملتا ہے جنہوں نے تمام تعلقات دنیاوی کو ترک کر کے محض یادِ خدا میں ساری زندگی گزار دی۔ مگر کیا وہ اپنے ننھے بچوں اور بوڑھی ماں کے لئے بھی اتنے ہی مفید اور سعادتمند ثابت ہوئے جتنا انہیں ہونا چاہیئے تھا۔ راج سنگھاسن چھوڑ کر جنگل کی راہ لینا یقیناً ایک بہت بڑے عزم وارادے کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن وہ ننھا سا شیر خوار بچہ جو پالنے میں پڑا ہوا ہے۔ اپنے باپ پر کچھ فرض عاید کرتا ہے جس سے تغافل زندگی اور انسانیت سے بزدلانہ فرار کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اسی طرح آپ سات ہزار سال کی انسانی، آثاری اور تحریری تاریخ کے ایک ایک ورق کو الٹتے چلے جائیے، ناموروں اور عقلمندوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ بہت ملیں گے مگر ایک بھی مکمل انسان نہیں ملے گا۔ سقراط، افلاطون اور ارسطو ملیں گے۔ قیصر وکسریٰ ملیں گے، اشوک اور بکرماجیت جیسے فرمانروا ملیں گے، موجد وصناع ملیں گے، رامانوج، وشوامتر جیسے رشی منی ملیں گے، قیصر وکسریٰ ملیں گے، تارک الدنیا اور زاویہ نشین ملیں گے۔ وخشور اعظم ملیں گے، کیخسرو اور جمشید ملیں گے، لیکن کہیں کسی جگہ بھی پورا مکمل انسان نہیں ملے گا۔ وہ انسان جو آدمی کیلئے زندگی کے ہر مرحلہ پر نمونہ ثابت ہو سکے، جو اچھا باپ بھی ہو اور اچھا شوہر بھی، جو اچھا فرمانروا بھی ہو، اور غریب فاقہ کش انسان بھی، جو فاتح سپہ سالار بھی ہو اور منصف مزاج حاکم عدالت بھی، جو ہر پہلو سے مکمل ہو، اور ہر رخ سے کامل۔

ذرا اپنی یادداشت کو تازہ کیجئے، اپنے گرد و پیش نظر ڈالئے، بلکہ خود آپ اپنی اکیلی ہی ذات پر غور کر لیجئے، ایک آدمی کو خوشگوار و کامیاب زندگی بسر کرنے کیلئے واقعتہً اور عملاً کس کس دور سے گزرنا پڑتا ہے۔ کیا یہ حقیقت و واقعہ نہیں ہے۔ کہ آپ کو اپنی زندگی کے مختلف اوقات میں متضاد کیفیتوں سے گزرنا پڑا ہے۔ کبھی عزیزوں کی بیماریاں اور موتیں دیکھنی پڑی ہیں، اور کبھی خوشی کے شادیانے سننے پڑے ہیں، کبھی باپ بن کر اولاد کے سروں پر ہاتھ رکھا ہے۔ اور کبھی خود سعادتمند بیٹے کا فریضہ بھی ادا کیا ہے، کبھی خوف وخطر سے واسطہ پڑا ہے اور کبھی جاہ وجلال نے آپ کے قدم چومے ہیں، کبھی ہمسایہ کی امداد کے لئے دوڑنا پڑا ہے، اور کبھی اپنی امداد کے لئے ہمسایہ کو پکارنا پڑا ہے۔ غرض یہ کہ زندگی اتنے متضاد حالات سے گزرتی رہی ہے۔ کہ اس کے تمام رخوں کی وضاحت اور اس پر تفصیلی

بحث کسی تقریر میں ممکن نہیں ہے، لیکن ذرا سوچیئے تو کیا یہی متضاد کیفیات اور حوادث حقیقۃً زندگی نہیں ہیں۔ کیا کسی ایسی زندگی کا تصوّر بھی ممکن ہے جس میں حوادث اور واقعات اور پھر مختلف و متنوع رخ نہ ہوں۔ کہیں ایسا کوئی انسان پایا گیا ہے جو ساری زندگی ایک ہی حالت میں بسر کر سکا ہو۔؟

سوال یہ ہے کہ انسان اور انسانیت کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم ان تمام رخوں سے انسان کو مطالعہ کا موضوع نہ قرار دیں تو یہ مطالعہ کسی قدر و قیمت کا مطالعہ قرار پا سکتا ہے۔ زندگی تو بہر حال یہی ہے، اور ایسی ہی ہے۔ ایک تارک الدنیا صحرا نشین کی زندگی کا مطالعہ کر کے ہمیں کیا ملے گا۔؟ ایک ایسے شخص کی زندگی کا مطالعہ کر کے ہمیں انسانیت کا کیا سبق حاصل ہو سکتا ہے۔ جس کے نہ بیوی ہو اور نہ اولاد۔ جسے چار بالشت زمین اور چار گھروں کا نظم بھی کرنے کا موقع نہ ملا ہو، جس نے ہمیشہ غم ہی دیکھا ہو اور کبھی خوشی سے دوچار نہ ہوا ہو۔ یا خوشی ہی دیکھی ہو۔ خوف و خطر کا مقابلہ کرنے کی نوبت ہی نہ آئی ہو، جس کی ساری زندگی معجزات اور کرامات سے معمور ہو۔ اسباب عالم سے بے پرواہ زندگی بسر کر رہا ہو، نہ کبھی اسے بھوک لگے اور نہ پیاس، یا لگے بھی تو آسمان سے فرشتے اتر کر یا زمین سے غیر مرئی مخلوق اٹھ کر اس کی ضرورت پوری کر دیں۔ اسکی بزرگی و برتری سر آنکھوں پر، لیکن ہمارے لئے اسکی زندگی میں کچھ بھی نہیں ہے، اور کسی انسان کیلئے کچھ بھی نہیں ہے، یہ دنیا ہے اور ویسی ہی دنیا جیسی کہ حقیقت میں ہمیں نظر آتی ہے۔ ویسی نہیں ہے جیسی کہ آپ اپنے ذہن میں سوچ سوچ کر بنا لیں، ذہنی خاکہ محض خاکہ ہی ہوتا ہے۔ حقیقت کا رنگ ذہن میں نہیں، عمل کی دنیا میں بھرا جاتا ہے۔

یہاں ایک مربوط نظام اسباب و علل کا کام کرتا ہے۔ سب کے لئے پکی پکائی روٹیاں نہیں اترا کرتی ہیں۔ اور نہ سب کیلئے تن ڈھانکنے اور سردی گرمی سے بچنے کیلئے حلّۂ آسمانی آیا کرتا ہے۔ اور پھر یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ صرف روٹی کپڑا خوشی اور اطمینان عطا کر سکتا ہے۔

ہم نے اب تک جو کچھ دیکھا ہے وہ ہمیں بتاتا ہے کہ ہم اسی عالمِ اسباب کے ایک جزء ہیں، ہم اس سے ماوراء نہیں ہیں ہمیں انسانیت کا ایسا نمونہ ملنا چاہیئے جو غم اور خوشی دونوں حالت میں ہمارے لئے قابل اتباع ہو سکے، جو غربت اور دولت مندی، لین دین اور معاملات میں ہماری رہبری کر سکے جو زندگی کے ہر موڑ پر اپنی سیرت و کردار سے ہمارے رہنمائی کا فرض

انجام دے سکے اگر یہ نہ ہو سکا تو ہمارے لئے وہ نمونہ ناقص ہی رہے گا۔ ہم انسانی زندگی کو نہیں بدل سکتے۔ یہ بہر حال شش جہات میں محصور ہے۔ اور شش جہات کے تمام عوارض و حوادث سے دوچار ہے۔ بہتر ہے کہ ہم اس بت خانۂ شش جہات کو اپنے لئے کارآمد بنالیں، اس سے بھاگ نکلنے کی کوشش میں وقت ضائع نہ کریں۔

خوشگوار زندگی | ہماری اور ساری دنیا کی یہ تمنا ہے کہ دنیا میں خوشگوار زندگی بسر کرے۔ خوشگوار زندگی بسر کرنے کے لئے دو چیزیں نہایت ضروری ہیں۔ اوّل خطرات سے مامونیت کا یقین اور دوم بدنی و ذہنی ضروریات کی تکمیل، یاد رکھئے کہ ان دو چیزوں میں سے کسی ایک کا فقدان زندگی کو انتہائی حد تک ناخوش گوار بنا دیتا ہے۔ اگر آپ کو مامونیت کا یقین نہ ہو تو لذیذ کھانے اور اعلیٰ رہائش آپ کو مسرت نہیں بخش سکتی ہے۔ آپ اگر اچھا کھانا، اچھے کپڑے اور اچھی رہائش کسی کو عطا کرکے اگر یہ یقین نہیں دلا سکتے کہ اس کا مستقبل ہر طرح مامون و محفوظ ہے تو آپ اس شخص کو مسرور نہیں رکھ سکتے۔ بالکل اسی طرح جیسے کسی شخص کو مامونیت کا ہر طرح یقین دلانے کے باوجود اس کو بدنی اور ذہنی ضروریات سے محروم کرکے آپ خوش و خرم نہیں بنا سکتے۔

مستقبل | ساری دنیا کا یہ تجربہ ہے کہ ہر آدمی کسی نہ کسی وقت مر جاتا ہے۔ اگر آدمی پاگل اور مجنون نہیں ہے تو یہ سوال اس کے سامنے کسی نہ کسی وقت ضرور آئے گا کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا۔؟ اس اہم سوال سے تھوڑی مدت کیلئے آپ اپنے آپ کو غافل بنا سکتے ہیں۔ لیکن ہمیشہ کیلئے غافل ہو جائیں، یہ ممکن نہیں ہے۔ انسانی ذہن بے کار شے نہیں ہے کہ آپ اسے دوامی طور پر غیر متحرک بنا سکیں۔ انسان بڑا ہی تجسس پسند واقع ہوا ہے۔ اگر انسان تجسس پسند نہ ہوتا تو نہ علوم و فنون ہوتے، اور نہ یہ سائنس و ایجادات، اس لئے فطرۃً ہر شخص کے سامنے یہ سوال آتا ہے اور ضرور آتا ہے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ ہم اپنی انتہائی جدوجہد، ذہنی کاوش اور تجرباتی عمل کے ذریعہ ایسی کوئی راہ نہیں پاتے جو ہمیں مابعد الموت۔ تک پہنچا دے۔ نہ کوئی مرنے والا ہم سے اپنے تجربات بیان کرنے آتا ہے اور نہ کوئی زندہ آدمی وہاں جاکر مشاہدہ کرتا ہے۔ اس لئے ہم یہ کہنے لگتے ہیں کہ مابعد الموت۔ کچھ نہیں ہے۔ اس طرح اپنی ناکامی پر پردہ ڈالنے کیلئے ہم ایک تدبیر پیدا کرتے ہیں۔ ورنہ ہمارا دل اس سے مطمئن نہیں ہوتا۔ اور جب غور کرتے ہیں تو منطقی طور پر یہ جواب ہمیں محض اقرارِ جہالت ہی نظر آتا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ذرا

غور تو کیجئے کہ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ اسی سال کی عمر میں بال سفید نہیں ہوتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی اقرار کرے کہ میں خود اسی سال کا ہوں، نہ کسی اسی سالہ آدمی کے متعلق اب تک کچھ سنا ہے۔ تو اس شخص کا دعویٰ کس قدر غیر منطقی اور مہمل دعویٰ ہوگا ـــــ اگر واقعۃً صحیح علم حاصل کرنا ہے۔ تو کسی اسی سالہ شخص کی تلاش کیجئے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایسے شخص کی تلاش کیجئے جس نے اسی سالہ آدمی کو دیکھا ہو۔ ورنہ بغیر اس کے جو جواب آپ دیں گے، وہ صرف اقرار لاعلمی اور اعتراف جہالت ہوگا، اس کے سوا کچھ نہیں۔

اچھا تو پھر اس سوال کا جواب کس سے پوچھیں، کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے۔؟ کس نے مر کر دیکھا ہے۔ اور کون جواب دے سکتا ہے؟ ماں باپ، استاذ، مرشد، کوئی بھی تو مابعد الموت کا شاہد عینی نہیں ہوتا۔ اس کا جواب صرف ایک شخص دے سکتا ہے، وہ جس نے معراج میں خود اپنی آنکھوں سے مابعد الموت کی کیفیات کا، جزائے اعمال کا اور جنت و دوزخ کا مشاہدہ کیا تھا، وہ شاہد عینی ہے اور چشم دید گواہ ہے کہ موت کے بعد بھی ایک زندگی ہے۔ ایسی زندگی جو دنیاوی زندگی کے نتائج اور اثرات مابعد کی حامل ہے۔ وہاں برے اعمال کی سزا ملتی ہے اور اچھے اعمال کا صلہ۔

ایک نہ سمجھنے والا دماغ اور گھٹیا درجہ کا ذہن اس جگہ سوال پیدا کرتا ہے کہ آپ کا بیان کیوں مان لیا جائے اور کس طرح یقین کر لیا جائے کہ جو کچھ آپ نے بیان فرمایا وہ سب کچھ صحیح اور حقیقت واقعہ ہے۔ لیکن ذرا غور تو کیجئے ہم صبح سے شام تک کتنی ایسی باتوں پر یقین کر لیتے ہیں، جو دوسرں کا مشاہدہ ہوتا ہے اور ہم تک محض ایک خبر کی شکل میں پہنچتا ہے۔ کیا آپ زندگی کا ایک دن بھی اس طرح بسر کر سکتے ہیں۔ کہ کسی کی دی ہوئی خبر کو قبول نہ کریں۔؟ کیا ہر مریض معالج کا بیان قبول نہیں کر لیتا۔؟ کیا آپ خود صبح سے شام تک گھر میں اور گھر کے باہر دوسری کی دی ہوئی خبریں قبول نہیں کرتے ہیں۔؟ کیا ہر حاکم عدالت گواہوں کے بیان پر فیصلے نہیں دیتا ہے۔؟ کیا ہر بچہ اپنی ماں کے بیان پر یقین نہیں کر لیتا ہے۔؟ اگر حقیقت زندگی یہی ہے اور ہم اسی قاعدہ پر زندگی بسر کرتے ہیں تو ایک ایسے نیکوکار اور صادق امین کا بیان جسے دوست اور دشمن دونوں نے چالیس پچاس سال تک آزما کر دیکھ لیا ہو کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ قبول کے قابل نہیں اور اس پر یقین کیوں نہ کر لیا جائے۔ یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ آپ سب کی دی ہوئی خبر کو مان لیں اور نہ مانیں تو اسکی دی ہوئی خبر کو جس کی صداقت کو بڑے سے بڑے دشمن نے بھی ہمیشہ تسلیم کیا ہو،

اس طرح سیرت طیبہ کے مطالعہ سے ہمیں خوشگوار اور اچھی زندگی بسر کرنے کیلئے دونوں لازمی اجزاء مل جاتے ہیں۔

۱۔ ہمیں اس دنیاوی زندگی میں کس طرح عمل کرنا چاہیئے۔ اور کن کن طریقوں پر اپنی ضروریات ذہنی کی تکمیل کیلئے جدوجہد جاری رکھنی چاہیئے۔ اس میں معاشی زندگی، معاشرتی زندگی، اور قومی و اجتماعی زندگی کے لئے بھی رہنمائی ملتی ہے اور عائلی تعلقات خوشی وغم کے مواقع اور مختلف ذہنی کشمکش کیلئے بہترین حل مل جاتا ہے۔

۲۔ اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اگر ہم نے خدا اور رسول کے سکھائے ہوئے طریقۂ حیات سے روگردانی نہیں کی تو مستقبل (حیات مابعد الموت) درخشاں ہے۔ تابناک ہے۔ ہمیں کسی کرب و بے چینی یا کسی درد و دکھ سے واسطہ نہیں پڑے گا۔ بلکہ خوشی، مسرت، اطمینان اور راحت و سکون سے ہمارا مستقبل مزین و منور ہے۔

کیا دنیا کا ہر انسان بلکہ ہر ذی روح یہی چیزیں نہیں چاہتا ہے۔؟ یہ ایک حقیقت ہے، اور ناقابل انکار حقیقت، کہ سب یہی چاہتے ہیں۔ اس لئے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا مطالعہ سب کے لئے مفید ہے اور مفید ہی نہیں، بلکہ صحیح معنوں میں خوشی اور مسرت عطا کرنے والا بھی ہے۔ اس کے بغیر آپ کو مکمل انسان کی عملی زندگی کا کوئی نمونہ کہیں نہیں مل سکتا۔ غور سے سیرت طیبہ کا مطالعہ کیجیئے اور اپنے یقین و عمل کو ٹھیک اسی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش فرمائیے۔ صحیح اور مکمل سانچہ صرف یہی ایک ہے۔ اسے چھوڑا تو پھر آپ سب کچھ چھوڑ بیٹھے۔

خداوند تعالیٰ کے وجود پر دلائل

ہادیان مذاہب عالم اور خدا

۱۔ تمام انبیاء علیہم السلام بشمول حضرت ابراہیمؑ و موسیٰ علیہم السلام سب کے سب خدا کے قائل ہیں۔ (دیکھئے بائیبل اور قرآن)

۲۔ کنفیوشس جو ۵۵۰ ق قبل مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے، چین میں بسنے والوں کی اکثریت اس کی پیرو ہے۔ وہ خدا کی توحید کا قائل تھا۔ کہتا تھا کہ خدا کی فطرت یہ ہے۔ وہ عمل جو اس فطرت سے مطابقت رکھتا ہے، وہ درست ہے، وہ عملی زندگی کی اصلاح کا قائل تھا۔

۳۔ گوتم بدھ جس کے ماننے والے چین، جاپان، برہما، تھائی لینڈ اور کسی قدر ہندوستان و پاکستان میں بھی موجود ہیں، وہ کہتا تھا، یقین رکھو کہ ایک بسیط اور غیر مرئی حقیقت جو اس کائنات کی روح ہے۔ زندگی دکھ ہی دکھ ہے۔ اس سے نجات پانے کا راستہ موت ہے۔

۴۔ گیتا میں توحید ذاتی موجود ہے کہ خدا کی ذات ایک ہی ہے۔ یہی کرشن کا مذہب تھا، بعد میں لوگوں نے خود کرشن کو خدا بنالیا۔

۵۔ برہمن مت وحدت الوجود کا قائل تھا۔ برہما، وشنو، اندر کو بلکہ ہر جزءِ کائنات کو وہ حقیقتِ مطلقہ کا جزو قرار دیتا ہے۔

۶۔ شنکر اچاریہ خدا کی وحدت الوجودی تصوّر کا قائل تھا۔ فلسفہ اخلاق۔

۷۔ ابراہیم زردشت خالص اسلامی توحید اور حیات بعد الموت کا قائل تھا۔

۸۔ مانی جو ۲۱۵ء میں طیغون عراق میں پیدا ہوا خدا کا قائل تھا۔ لیکن کائنات کو نور و ظلمت کا امتزاج مانتا تھا۔ انبیاء سابقین کا قائل تھا۔ اللہ کو خالقِ خیر و شر مانتا تھا لیکن اس کا نظریہ رہبانیت تھا۔

۹۔ مزدک مانی کا پیرو تھا جو زن زر اور زمین کے اشتراک کا قائل تھا۔ قباد نے ۵۲۸ء میں اس کو قتل کیا۔

حکماء قدیم اور خدا

سقراط جو ۴۶۹ء قبل مسیح ایتھنز میں پیدا ہوا۔ وہ خدا کا قائل تھا۔ اور روح کو جسم میں قیدی تصور کرتا تھا، کہتا تھا کہ مجھے غیب سے آواز آتی ہے۔ مرنے کے بعد زندہ ہونے کا تصور یونانیوں میں پہلے سے موجود تھا۔ سقراط بھی اس کا قائل تھا، کہ مرنے کے بعد زندہ ہونا حق ہے۔ وہ رہبانیت کی طرف مائل تھا۔ سوفسطائی لذتیت سے لڑتا تھا۔ اس کو زہر کا پیالہ پلا کر قتل کیا گیا۔ اس وقت جمہوری حکومت تھی۔ (دیکھیئے تاریخ الحکماء)

افلاطون، ارسطو، فیثاغورث سب خدا کے قائل تھے۔ (ملل نحل شہرستانی)

فلاسفۂ جدید اور خدا

یورپ اور امریکہ میں جس قدر کامل اور پختہ فلاسفر ہو گذرے ہیں وہ سب خدا کے قائل ہیں۔

۱۔ سب سے بڑا فیلسوف ڈاکٹر سپنسر کہتا ہے ان تمام اسرار سے یہ قطعی ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے اوپر ایک ازلی ابدی قوت موجود ہے، جس سے تمام اشیاء صادر ہوتی ہیں۔

۲۔ فرانس کا مشہور فیلسوف کمیل فلام ریان کہتا ہے کہ تمام اساتذہ اس بات کے سمجھنے سے عاجز ہیں کہ وجود کیونکر ہوا اور کیونکر برابر چلا جاتا ہے۔ اسی بناء پر ان کو مجبوراً ایک ایسے خالق کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ جس کا مؤثر ہونا ہمیشہ اور ہر وقت قائم ہے۔

۳۔ پروفیسر لینی لکھتا ہے خدائے قادر و دانا اپنی عجیب و غریب کاریگریوں سے میرے سامنے اس طرح جلوہ گر ہوتا ہے کہ میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ اور میں بالکل دیوانہ بن جاتا ہوں۔ ہر چیز میں گو وہ چھوٹی ہو۔ اس کی کس قدر عجیب قدرت، عجیب حکمت کس قدر عجیب ایجاد پائی جاتی ہے۔

۴۔ نوتل انسائیکلو پیڈیا میں لکھتا ہے۔ علوم طبیعات کا مقصد صرف یہ نہیں کہ ہماری

عقل کی پیاس بجھائیے بلکہ اس کا بڑا مقصد یہ ہے کہ اپنی عقل کی نظر خالقِ کائنات کی طرف اٹھائیں اور اس کے عظمت وجلال پر فریفتہ ہو جائیں۔

منکرینِ خدا کا شبہ

منکرینِ خدا کے شبہات صرف تین ہیں۔

۱۔ اگر مادہ قدیم نہ ہو بلکہ خدا کا پیدا کردہ ہو۔ تو مادہ نیست سے ہست ہُوا ہوگا۔ لیکن نیست سے کوئی چیز ہست نہیں ہو سکتی۔ اس کا جواب پہلے گذر چکا ہے۔

۲۔ امریکہ کا مشہور ملحد رابرٹ انگرسال انکارِ خدا پر یہ دلیل پیش کرتا ہے۔ کہ خدا محسوسات سے نہیں یعنی مادہ نہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جو چیز مادی نہ ہو یا محسوس نہ ہو وہ موجود نہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ علم کا ذریعہ صرف حس نہیں، عقل، وجدان اور خبر صادق یہ سب اسبابِ علم ہیں۔ اگر خدا عقل، وجدان یا وحی کی خبر صادق سے ثابت ہو۔ لیکن حس سے ثابت نہ ہو۔ جب بھی خدا کا وجود یقینی ہے۔ علم، غصہ موجود ہے۔ لیکن محسوس نہیں۔ خود مادہ یعنی برق پارے غیر محسوس ہیں۔ مگر وہ نہ صرف موجود تسلیم کئے گئے ہیں۔ بلکہ تمام مادی علوم کی بنیاد ہی مادہ ہے۔ خود زندگی مادی اور محسوس چیز نہیں۔ لیکن اس کے موجود ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ہمارے اردگرد کا دائرہ چونکہ محسوسات کا ہے، لہٰذا ہم نے موجود کو محسوس سمجھا۔ حالانکہ موجودات کا دائرہ محسوسات سے وسیع ہے۔ مادیات کے دائرے میں ایک شے کا نہ ہونا اس امر کی دلیل نہیں کہ وہ دوسرے دائرے میں بھی موجود نہ ہو۔ مچھلی اگر خشکی کے دائرے میں نہیں، تو ضروری نہیں کہ اس کا وجود بالکل نہ ہو۔ دریا اور سمندروں میں بھی مچھلیاں نہ ہوں۔ تمام مادی محسوسات کو وجود خدا نے دیا۔ لیکن اس جہانِ فانی میں وہ خود محسوس نہیں۔ جیسے کل محسوسات نظر سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ لیکن خود نظر نظر نہیں آتی۔ اس کے علاوہ محسوس کی دو صورتیں ہیں۔ محسوس بالذات اور محسوس بالواسطہ۔

محسوس بالذات یہ کہ ہم کو وہ چیز خود مثلاً آگ کے شعلے نظر آجائے۔ اور محسوس بالواسطہ یہ کہ آگ نظروں سے اوجھل ہو۔ اور صرف دھواں نظر آئے جو آگ کا اثر ہے۔ اسی صورت میں بھی بالواسطہ آگ محسوس ہو جاتی ہے دھوئیں کے واسطے سے۔ یہ کل حکیمانہ کارخانۂ عالم خدا کے وجود کا اثر ہے۔ جیسے دھواں آگ کا اثر ہے۔ اس لئے اس کارخانہ کے واسطے

سے خدا بھی محسوس ہے۔ جیسے آئینے کے واسطے سے اشیاء محسوس ہوتی ہیں۔
۳۔ تیسرا شبہ یہ ہے کہ عالم میں برائی بھی ہے۔ جو خدائے حکیم کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی۔ ابن سینا نے شفا میں اس کا جواب خوب لکھا ہے۔ کہ دنیا کی تین حالتیں فرض کی جا سکتی ہیں۔ یا محض بھلائی ہوگی یا محض برائی ہوگی یا زیادہ بھلائی ہوگی اور کسی قدر برائی۔ پہلی صورت ایسی ہے جس کو خدا اختیار کر سکتا ہے کہ وہ ایسی دنیا بنائے جو بھلائی ہی بھلائی ہو۔ صرف تیسری صورت قابل بحث ہے۔ یعنی قدرت خداوندی کو ایسا عالم پیدا کرنا چاہیئے یا نہیں، جس میں بھلائیاں زیادہ اور برائیاں کم ہوں۔ (۱) اگر ایسا عالم پیدا نہ کیا جاتا، تو بے شبہ اس پیدا ہونے سے چند برائیاں موجود نہ ہوتیں۔ لیکن اس کے ساتھ بہت سی بھلائیوں سے بھی محرومی ہوتی۔ اور شر قلیل کی وجہ سے خیر کثیر کا ترک خلاف حکمت ہے۔ (۲) ابن رشد نے یہ جواب دیا ہے۔ کہ دنیا میں جو برائی پائی جاتی ہے، وہ بالذات نہیں بلکہ کسی بھلائی کی تابع اور لازم ہے۔ غصہ بری چیز ہے۔ لیکن یہ اس حاسہ کا نتیجہ ہے جس سے انسان حفاظت خود اختیاری کرتا ہے۔ یہ حاسہ نہ ہو تو انسان قاتل سے اپنا بچاؤ بھی نہ کر سکے گا۔ فسق و فجور بری چیز ہے۔ جس سے زنا وجود میں آتا ہے۔ لیکن اسی جذبہ پر بقاء نسل انسانی کا مدار ہے۔ (۳) باقی یہ اعتراض کہ اکثر اچھے لوگ دنیا میں فقر و فاقہ اور دکھ میں مبتلا ہیں۔ اور برے لوگ عیش اڑاتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انسانی زندگی اس دنیا فانی تک ختم نہیں ہوتی۔ عیش و عشرت کی زندگی کی یہ پوری تصویر نہیں۔ یہ ان کی زندگی کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ یہ اشکال کہ کیا دنیا میں جو بھلائیاں برائیوں کے ضمن میں آئیں وہ الگ کیوں نہیں کی گئیں۔ تاکہ دنیا میں صرف بھلائیاں ہوتیں۔ اور برائی وجود میں نہ آتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا کرنا ناممکن ہے۔ مثلاً آگ میں بہت بھلائیاں ہیں۔ تمام دنیا کے ہر گھر میں اس سے روزانہ روٹی، سالن، چاء وغیرہ کے پکانے کا کام لیا جاتا ہے۔ سردی میں اس سے غسل کا پانی گرم کیا جاتا ہے اور بدن بھی سینکا جاتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی اس سے کپڑے اور مکان بھی جل جاتے ہیں۔ ایسی آگ ممکن نہیں کہ کھانا پکائے اور کپڑے نہ جلائے، یہی حال ہوا کا ہے، وہ مدار حیات انسان حیوانات اور نباتات ہے۔ لیکن کبھی یہ ہوا تیز چلتی ہے تو اس سے میوہ دار درخت بھی اکھڑ جاتے ہیں۔ اور مکانات بھی گر جاتے ہیں۔ پانی کا بھی یہی حال ہے کہ وہ مدار زندگی ہے۔ لیکن جب سیلاب آتا ہے یا زور دار بارش ہوتی ہے۔ تو حیوانات اور مکانات کو بھی بہا کر لے جاتا ہے۔ اور فصل کو۔

نقصان پہنچ جاتا ہے، لیکن فائدہ زیادہ اور نقصان کم اور شاذ و نادر ہے۔

توحید باری تعالیٰ

ذات باری کا اعتراف تمام ادیان اور فلسفیوں میں اجمالی رنگ میں موجود ہے اس لئے اسلام نے زیادہ زور توحید پر دیا۔ دیگر مذاہب میں یا تو توحید موجود نہ تھی یا ناقص تھی۔ قرآن نے اعلان کیا وَلئن سألتھم من خلق السمٰوات والارض لیقولن اللہ۔ (اگر مشرکوں سے سوال کریں کہ آسمان و زمین کو کس نے بنایا تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے بنایا ہے۔) وَاذا دعی اللہ وحدہ کفرتم وان یشرک بہٖ تؤمنوا وَاذا ذکر اللہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین لایؤمنون بالآخرۃ۔ (جب اکیلا خدا پکارا جاتا ہے، تو تم منکر ہو جاتے ہو۔ اگر اور شریک کر لیا جائے تو تم مان لیتے ہو اور جب خدا کا تنہا ذکر کیا جاتا ہے تو منکرین قیامت کے دل بگڑ جاتے ہیں۔)

ہم کو جن اسباب سے خدا کا یقین ہوتا ہے ان سے خدا کی توحید ذاتی کا بھی یقین ہوتا ہے۔ عالم اگرچہ کثیر الاجزاء اور کثیر الافراد ہے۔ لیکن سب مل کر ایک ہے اور اسی ایک کل اور مجموعہ کے تمام پرزے ایک دوسرے سے ایسے وابستہ ہیں کہ صرف وہی ایک شخص اس کو چلا سکتا ہے، جو ان تمام پرزوں کا موجد ہے۔ اور وہی ان تمام پرزوں کے تناسب کا نگران ہے۔ اب ایسے کارخانے کے موجد کئی خدا نہیں ہو سکتے۔ عالم شئے واحد ہے اور شئے واحد کی علت تامہ ایک ہوگی، اگر دو ہوگی تو دوسری بالکل بے کار ہوگی۔ اسی کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ لوکان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا۔ (اگر آسمان اور زمین میں کئی خدا ہوتے تو نظام عالم بگڑ جاتا۔) وجہ یہ ہے اگر کائنات عالم کے لئے دو خدا ہوں تو دونوں یا تو سب عالم میں تصرف کریں گے۔ ایسی صورت میں اگر ایک خدا تصرف عالم کے لئے کافی ہوگا تو دوسرا خدا عبث اور بے کار ہوا۔ اور اگر ایک کافی ہوگا۔ تو ان دونوں میں سے کوئی بھی خدا نہ رہا۔ کیونکہ ہر ایک تن تنہا تصرف عالم سے عاجز رہا، اور عاجز خدا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر دونوں کا تصرف بطور تقسیم ہو کہ عالم کے نصف حصہ میں مثلاً ایک خدا تصرف کرے اور دوسرے نصف میں دوسرا تو ہر ایک نصف خدا ہوا۔ پورا خدا نہ ہوا۔ اور نصف خدا خدا نہیں۔ کیونکہ جز اور کل ایک نہیں ہو سکتے۔ نصف تلوار تلوار نہیں، نصف انسان مثلاً زید زید نہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ دونوں اتفاق کر کے ایک جیسا تصرف کریں گے تو اتفاق حاجت پر مبنی ہوتا ہے۔ کہ اختلاف میں ضرر ہوتا ہے اور اسی ضرر سے بچنے کے لئے اتفاق اختیار کیا جاتا ہے۔ لیکن خدا کے لئے خوف و ضرر اس کی خدائی کے خلاف ہے۔ بہرحال ایک خدا سے زائد کی صورت میں نظامِ عالم برقرار نہیں رہ سکتا۔

توحید صفاتی و افعالی

جس طرح ذاتِ خداوندی ایک ہے، تو صفات میں بھی خدا کا کوئی شریک نہیں۔ صفات لوازمِ ذات ہیں۔ اگر صفات میں خدا کا کوئی شریک ہوگا تو وہ بھی خدا ہوگا۔ کیونکہ لوازم کے لئے ملزوم کا وجود ضروری ہے۔ اس لئے خدا کے علم، قدرت، سمع، بصر، ارادہ، حیات، اور خلق میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے فعل میں کوئی فاعل شریک نہیں۔

توحید عباداتی

جب اللہ کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں، تو عبادت میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔ عبادت اس ذات کی ہوتی ہے۔ جو نفع اور ضرر پہنچانے کا سرچشمہ اور مرکز ہو اور وہی مرکز صرف ذاتِ الٰہی ہے، نہ غیر خدا۔ قل لا املک لنفسی نفعاً ولا ضراً (اعلان کر دو اے پیغمبر! کہ میں نفع رسانی یا ضرر رسانی کا کوئی اختیار اپنے لئے بھی نہیں رکھتا۔)

توحید باری کا انسانی زندگی اور اس کے اعمال پر اثر

۱۔ اخلاق فاضلہ | توحید کامل کے بغیر دل میں اخلاق فاضلہ پیدا نہیں ہو سکتے۔ اطاعت خشوع، استقلال، توکل، شجاعت اور اخلاص کی حالت اس وقت دل پر طاری ہو سکتی ہے جب یہ خیال ہو کہ ہماری تمام حاجتوں، ضرورتوں اور امیدوں کی تکمیل کا مرکز ایک ہی ذات ہے جو شخص ایک کے سوا، دوسروں کو بھی حاجت روا مانتا ہے۔ اس کا سر ہر آستانے پر جھک جاتا ہے۔

۲۔ تعمیر سیرت | تعمیرِ شخصیت کے لئے ایک عمدہ نمونے کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ اپنی سیرت کی تعمیر اس بلند ذات کے نمونے پر کر سکے۔ اور ایسی ذات صرف خالق کائنات۔

جس کی نعمتوں کو دیکھ کر جذبۂ سخاوت و فیاضی پیدا ہوتا ہے۔ اس کے حکم کو ملاحظہ کر کے ضبط نفس کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے علم و حکمت کو دیکھ کر علم و حکمت کا شوق بڑھتا ہے۔

۳۔ اصلاح بشری و قیام امن و انصاف | عقیدۂ توحید سے اصلاح بشری اور بین الاقوامی امن قائم ہوتا ہے۔ اور عدل و انصاف کا جذبہ فروغ پاتا ہے۔ جب ہر موحد کے دل میں یہ عقیدہ جم جاتا ہے کہ وہ ایک حاکم اعلیٰ کے علم و قدرت قاہرہ کے تحت ہے۔ اور اس کے سامنے ہر فعل و عمل کے لئے مسئول ہے۔ اور اس کی گرفت سے بچنے کے لئے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی تو وہ دل کسی ظلم اور بے انصافی کی جرأت نہیں کر سکتا چاہے انفرادی ظلم ہو یا اجتماعی اور اس طرح افراد اور حکومت دونوں کے مظالم کا سد باب ہو جاتا ہے۔ جو عقیدے کے بغیر ممکن نہیں نہ قانون کے ذریعے اور نہ تعلیم، پولیس اور فوج کے ذریعہ۔ وجہ ہے کہ دور حاضر میں پولیس، تعلیم، فوج، عدالتوں اور تمام تدابیر امن و انصاف کے وجود امن و انصاف کا کہیں بھی وجود نہیں اور تمام تدابیر امن و انصاف ناکام ہو چکی ہیں۔

۴۔ ضعفاء اور مظلومین کے دلوں کی تقویت | دنیا کے انسان قوی اور ضعیف، ظالم اور مظلوم میں تقسیم ہیں۔ اور مادی اسباب کے لحاظ سے ضعیف اور مغلوب افراد و اقوام کے جد و جہد کا کوئی محرک موجود نہیں۔ لیکن عقیدۂ توحید ایسے بے سہاروں اور نا امیدوں کے لئے ایسی قوت ہے جس کی وجہ سے ان کے دل قوی اور مضبوط ہو جاتے ہیں۔ اور یہی عقیدہ ان میں جوش عمل پیدا کر کے ان کو فاتح اور کامیاب بنا دیتا ہے۔ صحابہ کرام اور گذشتہ مسلمانوں کی فتوحات کا بڑا سبب عقیدۂ توحید کا پیدا کردہ جوش عمل تھا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے سے دس گنا طاقتور اقوام کو شکست دی۔ جب موحد کا دل خالق کائنات کی عظیم طاقت کے ساتھ توحید کے رشتے کی وجہ سے مربوط ہو جاتا ہے۔ تو حیرت انگیز کارنامے ظہور پذیر ہو جاتے ہیں۔

۵۔ عقیدۂ توحید جرأت و شجاعت کا سرچشمہ ہے | توحید کا عقیدہ یہ تصور عطا کرتا ہے کہ ہر مقصد کی کامیابی اور ہر جنگ میں فتح یابی کے لئے اگرچہ تمام مادی اسباب کی فراہمی ضروری اور فرض ہے۔ لیکن کامیابی اور فتح یابی کا آخری فیصلہ خالق کائنات کی نصرت اور اس کی غیبی امداد پر موقوف ہے جس کی حکومت انسان کے ظاہر و باطن پر ہے اور اسی کے ہاتھ میں مادی اسباب کی مؤثریت اور بے اثر کر دینے کی باگ ڈور ہے۔ جب وہی عظیم قوت ایمان و عمل صالح کے ذریعہ کسی فرد یا قوم کے ساتھ ہو، تو اگرچہ وہ قوم تعداد میں اور اسباب و وسائل میں مقابل

قوم سے کم ہو تو بھی اسکی نصرت قلیل التعداد جماعت کو کثیر التعداد اور کم وسائل رکھنے والی جماعت کو وسیع وسائل رکھنے والی قوم پر فتح دلا دیتی ہے۔ کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله۔ (بہت بار ایسا ہوتا ہے کہ اللہ کی امداد تھوڑی جماعت کو بڑی جماعت پر غالب کر دیتی ہے) ان ينصركم الله فلا غالب لكم۔ (اگر خدا تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی بھی غالب نہیں آسکتا۔) وان يخذلكم فمن ذا الذي ينصركم۔ (اور اگر اللہ تمہاری مدد چھوڑ دے تو کوئی طاقت تمہاری امداد نہیں کر سکتی۔) اس حقیقت کی صداقت کے لئے اسلامی تاریخ کے سینکڑوں واقعات واضح دلائل ہیں۔

۲۔ عقیدۂ توحید تنظیم ملی کی بنیاد ہے | ایک قوم وملت کی قوت کے لئے اس کی تنظیم ضروری ہے۔ تنظیم اور اتحاد کی بنیاد فکر وعمل کی وحدت ہے۔ عقیدۂ توحید موحد قوم کو فکر وعمل کی یگانگت عطا کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ اور کوئی دنیوی یا شخصی مفاد اس کی کامیابی کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ اور منزلِ مقصود کی راہ کی تمام رکاوٹوں کو سیلابِ توحید خس وخاشاک کی طرح بہا کر لے جاتا ہے۔

بقیہ: تحدید ملکیت زمین | کے مسائل سے مذہب کو خاطر خواہ تعلق نہیں ثالثاً یہ کہ اس شر وفساد کے زمانہ میں جبکہ حکام وامراء عموماً بے دین خائن اور بددیانت ہوتے ہیں۔ مفاد پرستی، رشوت ستانی، سفارش اور اقربا پروری ان کا شیوہ ہوتا ہے تو ایسے لوگوں کو اراضی کی تحدید اور تصرف کی باگ ڈور سپرد کر دینا درحقیقت قوم اور ملک کی تباہی ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر بیت المال اور اوقاف کے حکام پر خیانت کے اثرات ظاہر ہونے لگیں تو انہیں مسلمانوں کے اموال مصادرۃً لینے کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ اس طرح کرنا حکام کو حرام خوری اور خیانت کا دروازہ کھول دینا ہے۔ (درمختار مع ردمحتار ج ۴ ص ۲۸۵)

الغرض تحدید ملکیت کے جواز میں جبکہ دینی وعلمی لحاظ سے بیشمار فتنوں اور اقتصادی ومالی لحاظ سے بیشمار حق تلفیوں اور بددیانتیوں کا خطرہ ہے تو کیوں بے احتیاطی سے کام لیکر فتنوں کا دروازہ کھولا جائے۔ لہٰذا تحدید ملکیت کے جواز یا حکومت کو اس کا حق دینے کا فتویٰ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اور میرا اس سے قطعاً اتفاق نہیں ——

محمد فرید خادم دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ

مولانا محمد حنیف اللہ پھلواروی کراچی

خلفائے راشدین کی رواداری

رعایا پروری کا یہ بلند مقام تاریخ میں
کسی قوم کو
حاصل نہیں ہو سکا

صدیق اکبرؓ ـــ فاروق اعظمؓ ـــ عثمانؓ ـــ علیؓ

اسلام نے جہاں دیگر معاملات میں مسلمانوں کی رہنمائی کی ہے وہاں مسلمانوں کیلئے ایک مکمل نظام حکومت بھی پیش کیا جس کی رو سے مسلم حکمرانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ مذہبی اختلاف کی بناء پر رعایا کے کسی فرد کے ساتھ بھی کسی قسم کی زیادتی نہ کریں۔ چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ذمیوں یعنی غیر مسلم رعایا کے حقوق کے بڑے محافظ تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین، سلاطین اسلام اور امرائے سلطنت ذمیوں یعنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ بڑی نرمی کا سلوک کرتے تھے، اور اگر کوئی مسلمان خواہ کسی درجہ اور مرتبہ کا کیوں نہ ہو ذمیوں کو نقصان پہنچاتا تھا۔ تو اس کی بڑی سختی کے ساتھ باز پرس کی جاتی تھی۔ جنگ کے زمانہ میں غیر مسلموں کے حقوق اور حفاظت کا بڑا خیال رکھا جاتا تھا۔ غرض کہ مفتوحہ ممالک میں غیر مسلموں کے ساتھ جو ہمدردانہ سلوک کیا جاتا تھا وہ تاریخ میں آپ ہی اپنی مثال ہے۔

ایک عیسائی محقق تھامس میتھیو کے بیان کے مطابق "رعایا پروری میں خلفائے راشدین کو جو بلند مقام حاصل ہے وہ انسانی تاریخ میں کسی قوم کو حاصل نہیں ہو سکا۔ ان کے عہد میں مسلمانوں کی طرح غیر مسلم مستحقین پر بھی سرکاری خزانوں کے دروازے کھلے رہتے تھے، اور غریب غیر مسلموں کو نہ صرف جزیہ کی ادائیگی ہی سے مستثنیٰ کر دیا جاتا تھا۔ بلکہ ان کی ضروریات کی کفالت بھی کی جاتی تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ | خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان

یہودیوں اور نصرانیوں کا جن سے مسلمانوں کا معاہدہ ہو، خون بہا آزاد مسلمان کے برابر قرار دیتے ہیں۔

آپ کے عہد خلافت میں جو پہلی فوج حضرت اسامہ بن زیدؓ کی سرگردگی میں رومیوں کے مقابلہ کے لئے شام کی طرف بھیجی گئی تھی۔ اس کی روانگی کے وقت آپ نے اسامہ کو جو ہدائتیں کیں، ان سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خلفائے راشدین کا طرز عمل اپنے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستور العمل سے مشابہ تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"فریب، خیانت اور دغا نہ کرنا۔ مثلہ سے پرہیز کرنا، ایسا نہ ہو کہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کر ڈالو ــــ تمہیں بہت سے ایسے لوگ بھی ملیں گے جو عابد اور گوشہ نشین ہوں گے، ان پر کسی طرح کی سختی نہ کرنا۔"

اسی طرح دوسری فوجوں کے رخصت کرتے وقت مفید ہدائتیں فرماتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عراق کا مشہور شہر حیرہ فتح ہوا وہاں کے مسیحی باشندوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے امان چاہی۔ معاہدہ صلح میں لکھا گیا تھا کہ

"حیرہ والوں کی خانقاہیں اور گرجے منہدم نہ کئے جائیں گے، ان کا کوئی محل مسمار نہ ہوگا، نہ کسی قلعہ کو برباد کیا جائے گا۔ نہ سنکھ ناقوس بجانے سے ان کو روکا جائے گا، اور نہ ان کو عید کے روز صلیب نکالنے سے منع کیا جائے گا، ان کے بوڑھے، ان کے بچے، ان کی عورتیں اور مریض و محتاج جزیہ دینے سے مستثنیٰ رہیں گے۔"

جزیہ کی شرح نہایت آسان تھی اور اس سے بھی بکثرت ذمی مستثنیٰ کر دیئے جاتے تھے۔ چنانچہ حیرہ کے سات ہزار باشندوں میں ایک ہزار بالکل مستثنیٰ تھے، اور باقی سے دس دس درہم سالانہ لیا جاتا تھا۔ اور اپاہج اور نادار ذمیوں کی کفالت کا بیت المال ذمہ دار تھا ــ (کتاب الخراج بحوالہ تاریخ اسلام شاہ معین احمد ندوی)

ایک غیر مسلم عورت نے کچھ اشعار مسلمانوں کے ہجو میں گائے۔ مسلمان حاکم نے اس عورت کو اسکی اس حرکت پر سزا دی۔ جب آپ کو اس کی خبر ہوئی تو اس حاکم کو تحریر فرمایا:

"جب ہم نے اس کے شرک و کفر سے درگذر کیا تو ہجو تو شرک سے بہر حال کم ہے۔"

ایک مرتبہ عراق کے عیسائیوں نے وہاں کے حاکم کے بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ یہ حاکم عیسائیوں کے ساتھ زیادتی کرتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے تحقیق حال کے بعد اس حاکم کو لکھا :-

"تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نصیحت کی ہے کہ ہم غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ کریں۔ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کو پس پشت ڈال دیا۔ اس کے لئے تم کو جواب دہ ہونا ہوگا۔"

س حاکم کو دربار خلافت میں طلب کیا گیا۔ اور عہدہ سے الگ کر دیا گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ | خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے مشہور سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو جب وہ شام میں رومیوں سے جہاد کر رہے تھے ، ایک فرمان لکھا تھا ، اس میں تحریر تھا۔

"ذمیوں پر ظلم نہ کرنے ، ان کو نقصان پہنچانے اور ان کا مال ناجائز طور پر کھانے سے مسلمانوں کو روکا جائے اور تم نے ان کو جتنے حقوق دئے ہیں اور ان کے سلسلے میں جو شرطیں طے کی ہیں ، ان سب کو پورا کرو۔"

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں جتنے ممالک فتح ہوئے وہاں کے غیر مسلموں کی عبادت گاہیں توڑی نہیں گئیں ، نہ اُن سے کسی قسم کا تعرض کیا گیا۔ حضرت امام ابویوسفؒ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے عہد خلافت میں مسلمانوں نے شہر دمشق کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ حضرت خالد پانچ ہزار فوج کے ساتھ باب المشرق پر تھے۔ موقع پاکر فصیل پر چڑھ گئے اور اندر اتر کر دروازہ توڑ دیا۔ مسلمان شہر میں داخل ہو گئے۔ یہ دیکھ کر رومیوں نے شہر پناہ کے دروازے کھول دئے۔ اور حضرت ابو عبیدہ سے صلح کر لی۔ حضرت خالد کو اسکی کوئی خبر نہیں تھی۔ حضرت ابو عبیدہ صلح کے ذریعہ شہر میں داخل ہوئے۔ دوسری طرف سے حضرت خالد فتح کرتے ہوئے حضرت ابو عبیدہ سے وسط شہر میں ملاقات ہوئی تو صلح کی اطلاع دی۔ حالانکہ یہ صلح حضرت خالد کے مشورہ سے نہیں ہوئی تھی ، لیکن مفتوحہ حصہ بھی رقبۂ صلح میں شامل کر دیا گیا۔ یعنی مال غنیمت اہل شہر کو واپس کر دیا گیا۔ اور قیدی چھوڑ دئے گئے۔

دمشق پر مسلمانوں کے قبضہ کے بعد جب شہر کے باشندوں میں مکانوں

کی تقسیم کی خدمت ابن فائک کے سپرد کی گئی تو ذمیوں کی حفاظت میں اتنا اہتمام کیا گیا کہ ان کو دمشق کے بالائی حصہ میں کر دیا گیا۔ اور مسلمانوں کو زیریں حصہ میں کر دیا گیا اور مسلمانوں کو زیریں حصہ میں کر دیا گیا، تاکہ وہ ذمیوں کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔

مصر کی جنگوں میں بڑی تعداد میں عیسائی گرفتار ہوئے۔ فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ان قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ امیر المومنین نے ہدایت فرمائی کہ "اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے۔ جو مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ اگر وہ اسلام قبول کرنا منظور نہ کریں تو انہیں جزیہ دینا ہوگا۔ یہ قیدیوں کی مرضی پر منحصر ہے۔ وہ جو صورت چاہیں اختیار کریں۔

حضرت عمرو بن العاص نے تمام قیدیوں اور عیسائی سرداروں کو جمع کیا۔ ایک جانب مسلمان بیٹھے اور دوسری جانب عیسائی۔ درمیان میں قیدی رکھے گئے۔ حضرت عمرو بن العاص نے امیر المومنین کا فرمان پڑھ کر سنایا۔ بہت سے عیسائیوں نے اسلام قبول کیا۔ اور بہت سے اپنے قدیم مذہب پر قائم رہے۔ ایک ایک قیدی سے دریافت کیا جاتا۔ جس وقت کوئی عیسائی اسلام قبول کرتا تو مسلمان اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے اور اسے اپنی جانب بٹھا لیتے اور جب کوئی قیدی اپنے قدیم مذہب پر قائم رہنے کی خواہش ظاہر کرتا تو عیسائی خوشی کا نعرہ بلند کرتے۔

دینی امور میں مصر کے باشندوں کو پوری آزادی دی گئی۔ جان، مال، عزت ہر چیز کی حفاظت کا اطمینان دلایا گیا۔ حتیٰ کہ عیسائیوں کا پیشوائے اعظم بنیامین کو جو تیرہ سال سے رومیوں کے خوف سے روپوش تھا۔ حضرت عمرو بن العاص نے بلوا کر اسے اپنے منصب پر مامور کیا اور گرجاؤں کے متعلق جو کچھ رعائتیں طلب کیں ، دی گئیں۔ مذہبی آزادی ملنے پر عیسائیوں نے بڑی خوشیاں منائیں اور گرجوں میں تقریریں ہوئیں۔ اسقف باسلی نے اپنی تقریر کے دوران میں کہا:

"رومیوں کے دیرینہ مظالم کے بعد آج میں اسکندریہ میں نجات و طمانیت کا دورہ دیکھ رہا ہوں۔"

مسلمانوں کی نگاہ میں یہودی، نصرانی، مشرک، ستارہ پرست، سب یکساں تھے۔ اور مسلمان ہر ایک کے ساتھ ہمدردی اور محبت کا برتاؤ کرتے تھے۔ مسلمانوں کے حسن سلوک

اور مساوات کو دیکھ کر غیر مسلم جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہوتے اور رفتہ رفتہ عربی بلکہ عربی زبان بھی اختیار کرنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمانہ بعد میں مصری اسلامی تہذیب کا ایک بڑا مرکز بن گیا۔

جب مسلمانوں نے اسکندریہ فتح کیا تو اسلامی فوج کے کسی شخص کے تیر سے حضرت عیسیٰ کے مجسمہ کی ایک آنکھ ٹوٹ گئی۔ اس واقعہ سے اسکندریہ کے عیسائیوں کو سخت رنج ہوا، وہ لوگ مسلمانوں کے سردار حضرت عمرو بن العاص کے پاس گئے اور کہا کہ تمہارے آدمی نے مجسمہ مسیح کی آنکھ پھوڑدی ہے، تم بھی اپنے پیغمبر محمد کا مجسمہ بناؤ، اور ہم لوگ اس کے عوض میں اس مجسمہ کی آنکھ پھوڑدیں۔ مسلمانوں کے سردار نے کہا کہ "یہ بالکل لغو سی بات معلوم ہوتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مجسمہ کی آنکھ پھوڑنے کی بجائے تم کسی مسلمان کی آنکھ پھوڑ دو۔"

ایک عیسائی اس کے لئے تیار ہوگیا۔ خود مسلمان کے سردار نے اپنا خنجر اس عیسائی کو دے کر کہا کہ "میری آنکھ حاضر ہے اسے تم پھوڑ دو۔" مسلمان سردار کا یہ انصاف دیکھ کر عیسائی کے ہاتھ سے خنجر گر گیا۔ اور اس حرکت سے باز آیا۔

مورخ اسلام ابن خلدونؒ تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت عمرو بن العاصؓ مصر میں اپنے محل کے عام لوگوں کے ساتھ زمین پر بیٹھا کرتے تھے۔ جب مقوقس (بادشاہ مصر) ان کے پاس آتا تو اس کے بیٹھنے کے لئے کہار تخت لے کر آتے تھے اور وہ بادشاہوں کی طرح عمرو بن العاص کے پاس تخت ہی پر بیٹھتا تھا۔ چونکہ مقوقس ذمی تھا۔ اور مسلمان اپنے عہد و پیمان کا لحاظ کرتے تھے، اور دنیاوی شان و شوکت ابھی تک ان کی نگاہوں میں کچھ وقعت نہیں رکھتی تھی، اس لئے مقوقس کی اس حرکت پر کبھی کسی نے تعرض نہ کیا۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا۔ محاصرہ سے پریشان ہوکر بیت المقدس کے پادریوں نے اس شرط پر صلح کی کہ شرائط خود خلیفہ کے ذریعہ طے ہوں۔ چنانچہ ابوعبیدہؓ کی طلب پر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المقدس تشریف لے گئے۔

امیر المومنین شہر بیت المقدس کے قریب پہنچے تو ایک عیسائی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ "میں ایک ذمی ہوں، یہ سامنے میرا باغ ہے۔ آپ کی فوج کے کچھ لوگ باغ کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔" امیر المومنین حضرت عمر فوراً باغ کے پاس گئے، دیکھا کہ حضرت ابوہریرہ باغ سے انگور لئے جا رہے ہیں۔ امیر المومنین نے ان کو ٹوکا۔ حضرت

ابوہریرہؓ نے کہا ـــ "ہم لوگ بھوکے تھے ۔" حضرت عمر باغ میں گئے تو وہاں بھی کچھ لوگوں کو پایا۔ آپ نے اسی ذمی کو اپنے پاس بلایا۔ اور باغ کی قیمت دریافت کرکے اس کی قیمت ادا کر دی ۔

امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بیت المقدس کے باشندوں کے لئے جو صلح نامہ لکھا گیا، اس میں تحریر تھا :

" ایلیا اور بیت المقدس والوں کی جان، مال، گرجے، صلیب، بیمار، تندرست سب کو امان دی جاتی ہے۔ ان کے گرجاؤں میں سکونت نہ کی جائے گی، اور نہ وہ ڈھائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ ان کے احاطوں کو بھی نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔ نہ ان کی صلیبوں اور مالوں میں کسی قسم کی کمی کی جائے گی، نہ مذہب کے بارے میں کسی قسم کا تشدد کیا جائے گا۔"

تاریخ جنگ صلیبی میں میشو لکھتا ہے :

"جس وقت حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کو فتح کیا، انہوں نے عیسائیوں کو کسی طرح کی تکلیف نہیں دی۔ اس کے برخلاف جب صلیبیوں نے اس شہر پر قبضہ کیا تو انہوں نے نہایت بے رحمی سے مسلمانوں کا قتل عام کیا اور یہودیوں کو جلا دیا ۔"

مشہور انگریز مورخ گبن لکھتا ہے :

" خلیفہ عمر نے بیت المقدس تو فتح کیا، لیکن اس کے باشندوں پر نہ تو دست اندازی کی اور نہ ان کے مذہب میں مداخلت کی۔ شہر کا ایک حصہ عیسائیوں، پادریوں اور اسقف اعظم کے لئے مخصوص کر دیا گیا، اس تحفظ کے بدلے عیسائیوں کو محض دو دینار (ایک دینار = چھ روپے) فی کس ٹیکس سالانہ کے طور پر دینا پڑتے تھے۔ بیت المقدس کی زیارت روکنے کی بجائے مسلمانوں نے اسے فروغ دیا۔ تاکہ آمد و رفت کے ذریعہ تجارت کی افزونی ہو۔ اس کے چارسو سانٹھ سال بعد جب یہ مقدس شہر دوبارہ یورپ کے مسیحی مجاہدوں کے ہاتھ میں پہنچ گیا تو مشرقی عیسائی عرب خلفاء کی روادار حکومت کو یاد کرتے تھے ۔"

امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب قیامہ کے کنیسہ میں تشریف لے گئے اور

وہاں نماز کا وقت آگیا تو وہیں بطریق سے فرمایا : " میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں " بطریق نے کہا " امیر المومنین ! اسی جگہ نماز پڑھ لیں " آپ نے انکار فرمایا ۔ بطریق قسطنطین کے گرجے میں نماز پڑھنے کے لئے لے گیا ، لیکن آپ نے وہاں بھی نماز نہیں پڑھی ۔ آپ نے گرجے کے باہر دروازے پر نماز پڑھی اور بطریق سے فرمایا " میں نے گرجے میں اس لئے نماز نہیں پڑھی کہ مسلمان آئندہ اس دلیل پر کہ عمر نے اس گرجے میں نماز پڑھی تھی ، اس پر قبضہ نہ کر لیں ۔ اس کے بعد ایک تحریر لکھ کر بطریق کے حوالہ کی جس میں لکھا تھا کہ " کوئی مسلمان گرجے کی سیڑھیوں پر اذان اور جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا ۔ البتہ تنہا پڑھ سکتا ہے ۔"

حضرت خالد نے غانات کے پادری سے حسب ذیل شرائط پر صلح کر لی تھی :

" ان کے گرجے نہ برباد کئے جائیں گے ۔ وہ بجز اوقات نماز کے شب و روز میں جب چاہیں ناقوس بجائیں اور تمام تہواروں میں صلیب لگائیں ۔"

چوگان کھیلنے میں والیٔ مصر حضرت عمر بن العاص کے گھوڑے سے ایک قبطی رئیس نے اپنا گھوڑا نکال دیا ۔ حضرت عمرو بن العاص کے بیٹے عبداللہ نے طیش میں آکر قبطی کو کوڑے سے پیٹ دیا ۔ قبطی نے مدینہ منورہ جا کر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضؓ سے شکایت کی ۔ امیر المومنین نے دونوں باپ بیٹوں کو مصر سے طلب کیا ، اور قبطی کے ہاتھ میں کوڑا دے کر کہا " ان میں سے جس نے تجھ کو کوڑا مارا ہو تو بھی اسی قدر مار " ۔ قبطی نے عبداللہ کو کوڑے لگائے ۔ حضرت عمرؓ نے عمر بن العاص کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ۔ " ان پر بھی " قبطی نے کہا " نہیں ، یہ تو میرے مربی ہیں ۔"

ایک بار والیٔ مصر عمر بن العاص کے بیٹے نے کسی غیر مسلم کاشتکار کو کوڑے سے مار دیا ۔ اس نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں شکایت کی ۔ حضرت عمر نے عمرو بن العاص کے لڑکے کو کوڑے لگانے کا حکم دیا ۔ اور والیٔ مصر سے فرمایا کہ :

" تم نے ان لوگوں کو غلام کب سے بنایا ، ان کو ان کی ماؤں نے تو آزاد پیدا کیا تھا ۔"

ایک بار ایک غیر مسلم نے حضرت عمر فاروق رضؓ سے شکایت کی کہ آپ کی فوجوں کے چلنے سے میری تمام کھیتی برباد ہو گئی ۔ آپ نے بیت المال سے اُسے دس ہزار درہم بطور تاوان دلوائے ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک شخص نے دجلہ کے کنارے گھوڑوں کے لئے ایک رمنہ بنانا چاہا۔ آپ نے بصرہ کے گورنر ابوموسیٰ اشعری کو لکھ بھیجا کہ اگر وہ زمین کسی ذمی کی ملک نہ ہو اور اس میں ذمیوں کی نہر اور کنوئیں سے پانی نہ آتا ہو تو سائل کو یہ زمین دی جائے۔

ایک عیسائی نے حضرت عمر فاروق رضؓ سے کہا کہ "میں وہی عیسائی ہوں جو آج سے قبل فلاں وقت حاضر ہوا تھا۔" حضرت عمرؓ نے جواب میں فرمایا۔ "میں وہی ہوں جس نے تمہارے حسب منشا اسی وقت احکام صادر کر دئے تھے۔"

ایک بار حضرت عمرؓ نے ایک بوڑھے نصرانی کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس پر جزیہ لگایا گیا ہے، لیکن وہ جزیہ دینے سے مجبور ہے۔ امیر المؤمنین اسے اپنے گھر لے گئے اور کچھ نقد دے کر داروغہ بیت المال سے کہلا بھیجا کہ اس قسم کے معذوروں کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جائے۔

آپ نے فرمایا۔ "واللہ یہ انصاف کے خلاف ہے کہ جب تک یہ لوگ جوان رہیں ہم ان کی قوتوں سے فائدہ اٹھالیں۔ اور جب یہ لوگ مجبور ہو جائیں تو ہم ان کو بھیک مانگنے کے لئے چھوڑ دیں۔" اس کے بعد آپ نے اس ذمی کا اور اس جیسے دوسرے ذمیوں کا وظیفہ بیت المال سے جاری کر دیا۔

ایک دفعہ آپ نے چند عیسائی جذامیوں کو دیکھا تو اسی وقت حکم صادر فرمایا کہ بیت المال سے ان کے وظیفے مقرر کئے جائیں۔

قبیلہ بنی بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو مار ڈالا۔ حضرت عمرؓ کی خدمت میں جب یہ معاملہ پیش ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ قاتل مقتول کے وارثوں کو دے دیا جائے۔ چنانچہ وہ شخص مقتول کے وارث کے حوالے کر دیا گیا اور اس نے قاتل کو قتل کر ڈالا۔ —— یہ تھا طرز عمل خلفائے راشدین کا۔

ایک بار امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضؓ اور حضرت علیؓ بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے کہ ایک یہودی آیا اور امیر المومنین سے کہا کہ "میں علی پر دعویٰ کرنے آیا ہوں۔" امیر المومنین نے حضرت علی کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ "ابوالحسن! سامنے کھڑے ہو کر جواب دہی کرو۔" حضرت علیؓ اٹھے اور امیر المومنین کے سامنے جواب دہی کے لئے کھڑے ہو گئے، لیکن آپ کی

پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ یہودی نے اپنا دعوٰی پیش کیا، لیکن وہ جھوٹا ثابت ہوا۔ جب یہودی چلا گیا تو امیر المومنین نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ "جب آپ کو جواب دہی کے لئے کھڑے ہونے کو کہا گیا تو آپ ناخوش نظر آ رہے تھے، کیا عدالت میں یہودی کے برابر کھڑے ہونے سے عار محسوس ہو رہا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "نہیں نہیں بات یہ نہ تھی۔ آپ نے مجھے "ابوالحسن" کہہ کر کھڑے ہونے کو کہا تھا۔ اس لئے مجھے خیال ہوا کہ کہیں یہودی یہ نہ سمجھے کہ عدالت کو مدعا علیہ کا لحاظ ہے، جو مدعی کے مقابلے میں اسے عزت کے ساتھ مخاطب کیا گیا ہے۔ اس کا ایسا سمجھنا ہماری عدالت کی شان معدلت کے خلاف ہوتا۔"

یمن میں کچھ عیسائیوں نے خلافت اسلامیہ کے خلاف سازشوں کا جال بچھا رکھا تھا۔ یمن کے حاکم نے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں اسکی اطلاع بھیجی اور خیال ظاہر کیا کہ ان فتنہ پھیلانے والے عیسائیوں کو یمن سے نکال دیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے حاکم یمن کو جواب میں لکھا:

"یہ صحیح ہے کہ یمن کے عیسائیوں کے ایک طبقہ نے خلافت اسلامیہ کے خلاف سازش کا جال بچھا رکھا ہے، لیکن ان میں بعض عیسائی بے گناہ بھی ہیں۔ یہ انتہائی ظلم ہوگا کہ گناہ گاروں کے ساتھ بے گناہ بھی پس جائیں۔ مناسب یہ ہے کہ عیسائیوں کو اس کے لئے آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنی خوشی سے یمن کی بجائے مملکت اسلامیہ کا کوئی بہتر حصہ منتخب کر لیں۔ اگر وہ اس کے لئے آمادہ ہو جائیں تو ان کو ان کے پسند کئے ہوئے علاقہ میں منتقل کر دیا جائے، مگر شرط یہ ہوگی کہ اس پسند کئے ہوئے علاقہ میں ان کے بسنے کے لئے موجودہ مکانوں سے اچھے مکان دئے جائیں۔ اور زراعت کے لئے زمینیں بھی دی جائیں۔"

عیسائیوں نے شام کے سرسبز علاقہ میں بسنے کے لئے آمادگی ظاہر کی، ان کے لئے اچھے مکانوں کا انتظام کیا گیا اور زراعت کے لئے زمینیں بھی دی گئیں۔ کیا دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسی مثال پیش کی جا سکتی ہے کہ حکومت کے خلاف سازش کرنے والوں کے ساتھ ایسی رواداری کا سلوک کیا گیا ہو۔؟

حمص کی فتح کے بعد عیسائیوں کے پادریوں کا ایک وفد حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں آیا، اور عرض کی کہ جنگ کے موقع پر حمص کے چند گرجوں کو نقصان پہنچا ہے، ان گرجوں کی

مرمت کرادی جائے۔ پادریوں نے یہ بھی کہا کہ رومی حکومت کی جانب سے حمص کے گرجوں کو وظائف دئے جاتے تھے۔ یہ وظائف بھی جاری کئے جائیں۔ امیر المومنین نے وفد کو اطمینان دلایا، اور حضرت ابو عبیدہ سپہ سالار کو تحریر فرمایا:

"حمص اور مفتوحہ علاقوں کے گرجے جو دورانِ جنگ میں منہدم ہو گئے ہیں، یا جن کو نقصان پہنچا ہے، ان کی تعمیر اور مرمت کا انتظام کیا جائے۔ گرجاؤں کے اخراجات کے لئے جو عطیہ رومی سلطنت دیتی تھی، ان کی تحقیقات کی جائے اور یہ عطیہ خلافت کے خزانہ سے بدستور ان گرجاؤں کے اخراجات کے لئے جاری کیا جائے۔"

چنانچہ گرجے مرمت کر دئے گئے اور رومی سلطنت سے جو وظائف ملتے تھے۔ وہ خلافتِ اسلامیہ کی جانب سے جاری کر دئے گئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضؓ کو ایک آتش پرست غلام نے شہید کر ڈالا۔ حضرت عمر کے صاحبزادے نے شدتِ غم میں قاتل کو قتل کر دیا۔ حالانکہ ابنِ عمر سے یہ حرکت شدت غم کی وجہ سے سرزد ہوئی تھی۔ لیکن عوام میں عدل و انصاف کی جو اسپرٹ پیدا ہو گئی تھی۔ اس بنا پر یہ خیال پیدا ہوا کہ شہید باپ کے بیٹے کو قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کوئی حق نہیں تھا۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کے جانشین خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اختلاف کیا۔ لیکن انہیں بیت المال سے غیر مسلم مقتول کے وارثوں کو دیت ادا کرنی پڑی

۲۶ھ میں اسکندریہ پر رومیوں نے سمندری بیڑے کے ذریعہ حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ اور نہ صرف مسلمانوں ہی کو تہہ و تیغ کیا، بلکہ وہاں کے عیسائیوں پر بھی ظلم و ستم کرنے سے باز نہیں آئے۔ رومیوں کے مظالم سے پریشان ہو کر اسکندریہ کے عیسائیوں نے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خط بھیجا۔ انہوں نے لکھا کہ "خدا کے لئے آیئے اور ہمیں ہمارے مذہب کو رومیوں سے بچایئے۔ رومی عیسائی ہیں لیکن وہ ہمیں عیسائی ہونے کے باوجود انتہائی نفرت سے دیکھتے ہیں۔ مسلم حکومت کے خاتمہ کے بعد ہماری جان و مال اور آبرو خطرے میں ہے۔ ہم پر بے پناہ ظلم ڈھائے جا رہے ہیں۔ اور ہم سچے دل کے ساتھ دعا کر رہے ہیں کہ پھر مسلمان فاتح کی حیثیت سے اس ملک میں آئیں اور ہمیں رومیوں کے مظالم سے نجات دلائیں۔ ہم نے گذشتہ پانچ سال مسلم حکومت کے

زمانہ میں عافیت اور امن کے ساتھ گذارے ہیں۔ مسلم دورِ حکومت میں ہمارا مذہب محفوظ تھا۔ اور ہماری آبرو محفوظ تھی۔ لیکن اب کوئی چیز بھی محفوظ نہیں۔ ہم فریاد کرتے ہیں کہ ہماری مدد کیجئے اور رومی درندوں سے ہمیں بچائیے۔"

خلیفہ کے حکم سے حضرت عمرو بن عاص کو مصر کا گورنر بنا کر ایک بہت بڑا لشکر روانہ کیا۔ اور جلد ہی اسکندریہ سے رومیوں کو بھگا دیا۔ اور اس پر دوبارہ اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ اس جنگ میں اسکندریہ کے عیسائیوں نے بھی رومیوں کے خلاف صف آرائی کی۔ یہاں کے عیسائیوں نے جشنِ فتح میں مسلمانوں سے زیادہ حصہ لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفۂ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ذمیوں کے حقوق کا خاص لحاظ رکھتے تھے۔ ذمیوں نے ایک عامل عمرو ابن مسلمہ کی درشت مزاجی کی شکایت کی، تو آپ نے عامل کو تحریر فرمایا:

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے علاقہ کے ذمی دہقانوں کو تمہاری درشت مزاجی کی شکایت ہے۔ اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ تم کو سختی اور نرمی دونوں سے کام لینا چاہیئے۔ لیکن سختی ظلم کی حد تک نہ پہنچ جائے اور نرمی نقصان کی حد تک۔ ان پر جو مطالبہ ہوا ہے، اُسے وصول کیا کرو، لیکن ان کے خون سے اپنا دامن محفوظ رکھو" (تاریخ اسلام)

حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں جب ایک مسلمان نے ایک غیر مسلم کو قتل کر دیا۔ تو آپ نے قاتل کو مقتول کے ورثاء کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے جب خون معاف کر دیا تو آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ "تم لوگوں پر کسی قسم کا دباؤ تو نہیں دیا گیا۔" جس کا جواب انہوں نے نفی میں دیا۔

ذمیوں کی آب پاشی کی ایک نہر پھٹ گئی۔ ذمیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرضی دی تو آپ نے اس جگہ کے عامل قرظہ بن کعب انصاری کو لکھا:

"تمہارے علاقہ کے ذمیوں نے درخواست دی ہے کہ ان کی ایک نہر پھٹ گئی ہے، جس کا بنانا مسلمانوں کا فرض ہے، تم اسے درست کروا کر آباد کرا دو۔ میری عمر کی قسم مجھے اس کا آباد رہنا زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ ملک سے نکل جائیں یا عاجز و درماندہ ہو جائیں یا ملک کی بھلائی

میں حصہ لینے کے قابل نہ رہیں "

اہل عجم کے ساتھ اس لطف و کرم کا برتاؤ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ اس عربی نے نوشیرواں کی یاد تازہ کر دی۔ (تاریخ اسلام)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ایک یہودی نے آپ کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ آپ ایک عام شخص کی طرح جواب دہی کے لئے عدالت میں حاضر ہوئے۔

فلسطین کی ایک یہودی عورت نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور عرض کی کہ میری چار لڑکیاں قابلِ شادی ہیں۔ میں ایک غریب عورت ہوں لڑکیوں کی شادی نہیں کر سکتی۔ آپ نے تحقیقات کی اور جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ واقعی وہ غریب ہے تو اُسے ایک معقول رقم عطا فرمائی۔

ایک مرتبہ عراق کی ایک یہودی عورت نے عراق کے عامل کی شکایت کی کہ اس نے سرکاری غرض کے لئے اسکی زمین پر قبضہ کر لیا ہے۔ حضرت علیؓ نے حکم بھیجا کہ "اگر اس یہودی عورت کا بیان درست ہے تو اس کی زمین واپس کر دو یا عہدے سے دست بردار ہو جاؤ۔"

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زرہ گر پڑی اور ایک نصرانی کے ہاتھ لگی۔ حضرت علی نے اسے دیکھ کر پہچانا اور قاضی شریح کی عدالت میں دعویٰ کیا۔ نصرانی کا دعویٰ تھا کہ وہ اسکی زرہ ہے۔ قاضی نے حضرت علیؓ سے پوچھا۔ "آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے؟" آپ نے فرمایا "نہیں"۔ قاضی شریح نے نصرانی کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس فیصلہ سے یہودی پر اتنا اثر ہوا کہ مسلمان ہو گیا۔ اور کہا "یہ تو انبیا جیسا انصاف ہے کہ امیر المومنین مجھے اپنی عدالت کے قاضی کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور قاضی امیر المومنین کے خلاف فیصلہ دیتا ہے۔

پنڈت سندر لال (الہ آباد) اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"----جب مسلمانوں کو قیصر اور کسریٰ کی عظیم سلطنتوں پر غلبہ حاصل ہوا۔ اور عیسائیوں، یہودیوں اور آتش پرستوں کی ایک بہت بڑی تعداد مسلمانوں کی رعایا بن گئی تو مسلمانوں کے حسنِ سلوک، مذہبی رواداری اور مساوات، نیز عدل و انصاف کی بدولت ایک طرف تو بیت المقدس کے عیسائی یہ دعا کرنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ "خدا مسلمانوں کو اس شہر پر حکومت کرنے

کے لیئے واپس لائے "۔ اور دوسری طرف ایران کے آتش پرست مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرزِ عمل کو دیکھ کر یہ بات کہنے لگے تھے کہ " اس عرب نے تو نوشیرواں عادل کے عہد کو تازہ کر دیا ۔"

یہ امر واقع ہے ۔ کہ مسلمانوں نے اپنے دورِ اقتدار میں اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ بڑی فیاضی کا سلوک کیا ۔ اور یہ فیاضی خلفائے راشدین ہی کے دورِ خلافت تک محدود نہیں رہی ۔ بلکہ ہر زمانہ میں مسلمان حکمران غیر مسلم رعایا کے ساتھ بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آتے رہے ہیں ، کیونکہ اسلام نے ان کو تعلیم دی کہ وہ دنیا کے تمام مذاہب کے ماننے والوں کی دلداری کریں ۔

بقیہ : ایک زمینی نشانی

اور حقیقت یہ ہے کہ زوجِ کریم کے مطالعہ کے بعد خدا کی طرف رجوع و انابت کے سوا کوئی چارہ نظر نہیں آتا سوائے کسی عذر لنگ کا سہارا لینے کے ۔ کیونکہ یہ وجود خداوندی اور اس کی بے مثال ربوبیت ہر ایک قطعی و فیصلہ کن اور مشاہد دلیل ہے جس کے ملاحظہ سے مادیت (MATTERIALISM) کی چولیں ہل جاتی ہیں ۔ اور نظریہ ارتقاء (EVOLUTION) کا مصنوعی شیش محل چکنا چور ہو جاتا ہے ۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ جیسا دیس ویسا بھیس کے مصداق اللہ تعالیٰ ہر دور کے حالات و مقتضیات کے مطابق موزوں و مناسب دلائل فراہم کرتا رہتا ہے ، تاکہ ہمیشہ خدا پرستی کا احیاء ہوتا رہے اور باطل کی شکست و ریخت ہوتی رہے ۔

یہ صرف ایک مثال ہے ورنہ قرآن حکیم میں اس قسم کے بے شمار اسباق و بصائر موجود ہیں ، مظاہر کائنات کے مطالعہ سے دراصل خدا کے وجود ، اس کی وحدت ، قدرت ، ربوبیت اور حکمت و مصلحت کے قطعی دلائل فراہم ہو جاتے ہیں ۔ اسی لیئے قرآن شریف میں جگہ جگہ نظامِ کائنات میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے ۔

مضمون نگار حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ ماہنامہ الحق کیلئے لکھے جانے والے مضامین کا مسودہ صاف ستھرے خط میں کاغذ کے ایک طرف تحریر فرمائیں ۔ تاکہ آپ کی محنت کو عمدہ کتابت اور دلکش انداز میں ترتیب دیا جا سکے ۔ "ادارہ"

اصلاح وتربیت

مولانا عبدالغفور عباسی مدنیؒ کے ملفوظات

مرتبہ

مولانا عبدالرشید ابن خواجہ محمد نور بخش صاحب
بھلن شریف، خلیفۂ مجاز حضرت صاحب ملفوظات

اعداء اللہ جیسی صورتیں نہ بناؤ فرمایا: آج مسلمانوں نے اعداء اللہ جیسی شکلیں بنائی ہیں روزانہ ڈاڑھی اُسترے سے صاف کرتے ہیں۔ حالانکہ ڈاڑھی مرد کے لئے رکھنی ایسی ہے جیسے کہ عورت سر کے بال رکھتی ہے۔ مگر یہ سنت آج کل بالکل متروک ہو چکی ہے۔ سنت کے ترک کرنے میں جو مداومت کرتا ہے اسے شفاعت سے محرومی کا خوف درپیش ہے۔ درمختار میں صاف لکھا ہے کہ تارکِ سنت پر حرمانِ شفاعت کا خوف ہے۔

مسلمانو! ڈاڑھی رکھ کر اس متروکہ سنت کو زندہ کرو۔ ایسا کرنے سے سو شہیدوں کا ثواب پاؤ گے۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ ہمارے سب اعمال مخدوش ہیں۔ اور تشویش میں ہیں کہ کیا ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میں داخل ہیں یا نہیں۔

دنیاوی مال ومتاع آخرت میں ایک ادنیٰ مومن کو جو حُور ملے گی۔ اس کی اوڑھنی کا دنیا و ما فیہا کی کوئی نعمت مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ہم آخرت سے غافل ہیں، مال جمع کرنے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ جب موت آئے گی۔ یہ مال کسی کام نہیں آئے گا۔ ادھر رہ جائے گا۔ جو چھوڑے گا۔ وہ وارثوں کے لئے ہوگا۔

نیک لوگ مال کو نیکی کے کاموں میں صرف کرتے ہیں۔ صدقات اور خیرات دیتے ہیں۔ بُرے لوگ لڑائی جھگڑوں میں اسے برباد کرتے ہیں۔ حرام جگہوں پر اڑاتے ہیں جب مر کر قبر میں جائیں گے تو وہاں ظلمات اور ظلمات ہی ہوں گے۔

ایک دن حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا کہ تم میں کون ہے جو غیر کے مال کو اپنے مال سے زیادہ محبوب رکھتا ہے۔؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہر شخص اپنے مال کو پرائے مال سے زیادہ محبوب سمجھتا ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا مال تو وہ ہے جو تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔ اور آخرت کے لئے ذخیرہ بناؤ۔ (جو چھوڑ جاؤ وہ پرایا مال ہے، وہ وارثوں کا ہے۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب کی قدر فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت اسامہؓ اور حضرت زیدؓ ان سب کا ایک عہدہ تھا، لیکن حضرت عمرؓ، حضرت اسامہؓ کو باقی دو حضرات سے زیادہ تنخواہ دیتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جب اس کا سبب دریافت کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں اسامہؓ کو اس لئے تم سے زیادہ تنخواہ دیتا ہوں کہ اسامہؓ کا باپ تیرے باپ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو تجھ سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں اگرچہ تم میرے بیٹے ہو۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرو مسلمانو! اللہ تعالیٰ کی بیشمار نعمتیں ہیں۔ ان کا شکر کرتے رہو۔ الشکر قید الموجود وصید المفقود۔ شکر موجودہ نعمت کو تمہارے پاس روکے رکھنے والی چیز ہے، اور شکاری کی مانند دوسری نعمتیں شکر سے حاصل ہوتی ہیں۔

ہر نعمت کو جس کام اور مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے جب تک اسی کام اور مقصد میں نہ لگایا جائے تو نعمت کا شکر ادا نہیں ہوتا۔ محض زبانی شکر کا کلمہ کہنے سے مقصد حاصل نہیں ہو سکتا جب تک جوارح سے عمل نہ کیا جائے۔

توبہ کرنے میں جلدی کرو آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔ اسی وقت توبہ کر لو۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ الدنیا ثلثہ ایام۔ دنیا تین دن ہے۔ یومًا مس قد ایک کل کا دن جو تیرے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور گزر گیا۔ دوسرا کل کا دن جو آنے والا ہے۔ اس کا بھی علم نہیں کہ تجھے وہ نصیب ہو یا نہ ہو۔ تیسرا آج کا دن۔ "فاغتنمہ" اسے غنیمت جانو، آج ہی توبہ کرو۔

اللہ کے بندوں سے کوئی جگہ خالی نہیں۔ تم کسی روحانی حکیم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر توبہ کر لو اور اپنے روحانی امراض کا علاج کراؤ۔ وقت پر جو حکیم میسر ہو وہی غنیمت ہے۔ ایک پڑیا تو استعمال کر کے دیکھو۔ دیکھئے آج حکیم اجمل خاں صاحب اور حکیم لقمان وغیرہ نہیں ہیں۔ تو کیا

تم دوسرے حکیموں اور ڈاکٹروں سے علاج نہیں کراتے۔ جسمانی امراض کے علاج کے لئے جو ڈاکٹر یا حکیم مل جائے اس سے دوا لے لیتے ہو۔ لیکن روحانی امراض کے لئے روحانی حکیم کی طرف ذرا بھی دھیان نہیں دیتے۔

مقصود پیر نہیں، مقصود ذاتِ حق سبحانہٗ ہے۔ دنیا عالم اسباب ہے۔ مرشد بھی ایک سبب اور ذریعہ ہے۔ مرشد کامل متبع شریعت مطہرہ کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ تمام گناہوں سے توبہ کرو۔

توکل علی اللہ فرمایا: اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ متوکل ایک قسم کا تاجر ہے، وہ اپنے گھر سے تمام مال نکال دیتا ہے۔ اسے نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے اور اس سے نفع کی امید رکھتا ہے۔

متوکل مزارع کی مانند ہے جو بیج زمین میں اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے کھیت کو سرسبز کر دیتا ہے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے توکل کا سبق سکھایا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ (آل عمران آیت ۱۵۹)

ترجمہ: اور ہر کام میں ان سے مشورہ لیا کرو پھر جب تو اس کام کا ارادہ کر چکا تو اللہ پر بھروسہ کر۔

یعنی ہر معاملہ میں حضرات صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرو۔ جب مشورہ پختہ ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ ایک تو مشورہ سے حضرات صحابہ کرامؓ خوش ہوں گے کہ آپؐ ان سے مشورہ لیتے ہیں۔ اور دوسرے امت کو مشورہ لینے کی تعلیم حاصل ہو گی۔

عبادات و معاملات عبادات چونکہ مقصود ہیں، دینی کتابوں کا آغاز عبادت سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد معاملات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

تمام اعمال میں نیت خالص ہونی چاہیئے۔ جب نیت میں اخلاص ہو گا تو دین کو مقدم رکھے گا۔ اور دنیا کو پیچھے رکھے گا۔ الدنیا ظل الاخرۃ۔ دنیا آخرت کا سایہ ہے۔ اگر دیوار ہے تو سایہ ہو گا، اگر دیوار نہ ہو گی تو سایہ نہ ہو گا۔ اسی طرح دین ہے تو دنیا ہے، ورنہ نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: لایؤمن احدکم حتی تکون ھواہ تبعاً لما جئت بہ۔ یعنی انسان تب تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنی خواہشات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین عالیہ کے ماتحت نہ چلائے۔

آج بعض کوتاہ اندیش لوگ یوں کہتے ہیں کہ میری عقل یوں کہتی ہے ، فلاں حدیث میری عقل کے خلاف ہے۔ ذرا ہوش سے کام لو۔ تم کون ہو اور تمہاری عقل کیا ہے۔ ہمارے حضرات فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے عقل کے دس حصے کئے۔ اس میں سے نو حصے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے۔ پھر باقی دسویں حصے کے نو حصے اولیائے عظام کو عطا فرمائے اور ایک حصہ تمام عالم میں تقسیم کیا۔ اب اپنی عقل کا اندازہ لگالو۔ اس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل تک پہنچنا تو درکنار وہ تو حضرات اولیائے کرام کی عقل کا عشر عشیر بھی نہیں۔ پھر ہم گستاخی کریں اور کہیں یہ فلاں حدیث میری عقل کے خلاف ہے۔ تیری عقل کیا معنیٰ رکھتی ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ہماری عقل فلاں حدیث کے فہم سے قاصر ہے۔

جب میں حدیث بخاری پڑھتا تھا تو حدیث "کلاب" والی سمجھ میں نہ آتی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس برتن میں کتا منہ ڈالے اسے سات مرتبہ دھوڈالے اور پہلی مرتبہ مٹی سے دھوئے —— آج امریکن ڈاکٹروں سے معلوم ہوا ہے کہ کتے کے لعاب میں زہر ہوتا ہے اور مٹی اس کے لئے تریاق ہے۔ تو ہمارے استاد صاحب فرماتے تھے جو چیز آج ڈاکٹروں کی سمجھ میں آئی ہے وہ بات تاجدار مدینہ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سو برس پہلے فرمادی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں حکمت پر مبنی ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک باب "اعمال" کا لائے ہیں جو مفیدات ہیں۔ دوسرا باب "منہیات" کا ہے۔ وہ مضرات ہیں، ان سے بچنے کا حکم ہے۔ تو جس طرح مفیدات اور مامورات پر عمل کرنا لازم ہے۔ اسی طرح منہیات سے بچنا بھی لازم ہے۔

پنجگانہ نماز کی تاکید | فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عمّال (حکام) کو جب خط تحریر فرماتے تو یہ بات تحریر فرماتے: اِنَّ اَھَمَّ اموریکم عندی الصلوٰۃ۔ میرے نزدیک تمہارے سب کاموں سے نماز کی زیادہ اہمیت ہے۔ یعنی آپ نماز کی تاکید فرماتے تھے۔ مسلمانو! ہمیشہ جماعت سے نماز کی پابندی کیا کرو۔

مقصد وعظ | فرمایا: میرا وعظ عام ہوتا ہے۔ میں کسی خاص شخص کو مخاطب کر کے نہیں کرتا ہوں۔ کسی شخص کی تحقیر ہرگز مقصود نہیں ہوتی ہے۔ میں وعظ کرتے وقت پہلے اپنے نفس کو سامنے رکھتا ہوں۔ اسے بھی خطاب کرتا ہوں۔ تاکہ میرے نفس کی بھی اصلاح ہو جائے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں | فرمایا: حضرات انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم

ہوتے ہیں۔ ان حضرات سے گناہ سرزد نہیں ہوتے۔ اولیاء اللہ محفوظ ہیں۔ یعنی وہ گناہوں سے دور بھاگتے ہیں۔ باقی عام مخلوق گناہوں میں مبتلا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اولیاء کرام کے طریقہ پر چلنے کی توفیق دے ہمیں گناہوں سے بچائے۔

اتفاق سے رہو۔ فرمایا: مسلمانو! آپس میں اتفاق سے رہو۔ ہماری بے اتفاقی سے ہمارے دشمن فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اربعہ مذاہب[1] حق پر ہیں۔ ان کے پیروؤں کا آپس میں اختلاف ہرگز نہ ہونا چاہیئے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر تشریف لے جاتے تو نماز میں فاتحہ شریف خلف امام نہ پڑھتے فرماتے مجھے صاحب قبر سے حیا آتی ہے۔ دیکھئے ان حضرات میں کتنا انصاف تھا۔ تعصب ہرگز نہ تھا۔ ہر صاحبِ مذہب سے اس کے مذہب کے مطابق سوال ہوگا۔ لہٰذا ہر مذہب والے کو اپنے مذہب پر پختہ رہنا چاہیئے۔

حضرت مولانا خالد رومیؒ جن کو ذوالجناحین کہا جاتا ہے جب آپ علم معقول اور منقول اور بدیع صراح اور ریاضی وغیرہ سے فارغ ہوئے مدینہ شریف میں پہنچے۔ مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو کسی شیخ کامل عامل بالسنۃ سے ملاقات کرائے، تاکہ اس کے فیوضات و برکات سے قلب کی اصلاح ہو۔ شیخ ایسا ملے جس کا عقیدہ اہلِ سنت والجماعت کا ہو۔ جو علمِ شریعت بقدرِ ضرورت جانتا ہو۔ اور علم باطن کی اہل اللہ سے نسبت رکھتا ہو۔ لہٰذا آپکی ملاقات ایک یمنی فقیر سے ہوئی۔ اسے آپ نے عرض کی کہ مجھے نصیحت فرمائیں۔ یمنی فقیر نے فرمایا کہ بیت اللہ شریف کا طواف کرو۔ حرم شریف میں عبادات کرو۔ اور کسی شخص پر اعتراض نہ کرنا۔ مولانا خالد رومیؒ فرماتے ہیں کہ میں بیت اللہ میں داخل ہوا۔ طوافِ قدوم شروع کیا۔ ایک شخص کو دیکھا کہ کعبہ شریف کے ساتھ پیٹھ لگائے بیٹھا ہے۔ اور ٹانگیں پھیلا رکھی ہیں۔ حضرت خالدؒ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ یہ کیسا بے ادب آدمی ہے کہ اس طرح بیٹھا ہے، بس میرے دل میں اتنا خیال آیا تو وہ شخص ہنسا۔ اور فرمایا کہ "اَلنَّصِیْحَۃُ لِنَصِیْحَۃِ فَقِیْرِ الْیَمَنِ

---

[1] حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی اہل السنت والجماعت کے چار طریقے مراد ہیں۔

یعنی میری نقیر کی نصیحت کو تونے فراموش کر دیا ہے، میں بہت حیران ہوا۔ اور اسے کہا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے مجھے بھی سکھائیے۔ تو اس نے دہلی کی طرف اشارہ کیا۔

مرید کے لئے دستور العمل ؎

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد ۔ آنکہ خود را دید او محروم شد

؎ ادب تاجیست از فضلِ الٰہی ۔ بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

شیخ اور مرید کے درمیان تین دھاگوں کا ہونا ضروری ہے۔ ۱۔ عقیدت کا دھاگہ ۲۔ اطاعت کا دھاگہ۔ ۳۔ ادب کا دھاگہ۔

سلیمانی علاقہ میں ایک سخت دل مولوی تھا، اس نے ایک رسالہ میں ایک مولانا کی تکفیر لکھی۔ وہ رسالہ وقت کے حاکم کے پاس پہنچا۔ اس نے جس مولانا کی تکفیر کی تھی اس کو بلایا کہ اسے دیکھ تو لے۔ حاکم نے مولانا کو دیکھتے ہوئے کہا کہ اگر ایسا بزرگ کافر ہے تو پھر مسلمان کون ہے۔ پھر تو کوئی بھی مسلمان نہیں۔ ایک شخص عام مجمع میں مولانا کی تحقیر کی وجہ سے کہنے لگا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مولانا کے دونوں کان اور دونوں آنکھیں اور دونوں ہاتھ اور زبان کاٹی گئی ہیں۔ اور پھر ان کو گندگی میں پھینکا گیا ہے۔ مولانا نے اس پر فوراً تعبیر سنائی کہ خوشی کی بات ہے۔ یہ خواب سچا ہے۔ اور مبارک ہے۔ میری زبان غیبت اور جھوٹ بولنے سے کٹ گئی ہے۔ اسی طرح میرے کان بُری آواز اور غیبت وغیرہ سننے سے کٹ گئے ہیں۔ میرے دونوں ہاتھ برائی کرنے سے کٹ گئے ہیں۔ اور دونوں آنکھیں بُری نگاہوں سے ہٹا دی گئی ہیں۔ خواب بیان کرنے والا شخص بہت شرمندا ہوا۔

لہٰذا کسی شخص پر اعتراض کی نگاہ نہ ہونی چاہیئے۔ حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

مرا پیر دانا و مرشد شہابؒ
دو اندر بہ فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بین مباش
دیگر آنکہ بر غیر بد بین مباش

یعنی ایک دریائی سفر کے دوران میرے پیر و مرشد حضرت شہاب الدین سہروردی نے مجھے دو عمدہ ترین نصیحتیں فرمائیں، ایک یہ کہ اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھنا، غرور و تکبر نہ کرنا دوسرے یہ کہ لوگوں کو بری نظر سے نہ دیکھنا۔ ان کی برائیوں کے درپے نہ ہونا۔

اپنی صورت وسیرت، لباس وغذا سب شریعت کے مطابق کرو میں تم سے کچھ لیتا نہیں ہوں بلکہ کچھ دے رہا ہوں۔ تمہارے فائدہ کی بات کہتا ہوں، اگر عمل کروگے تو فائدہ پاؤگے۔ اگر عمل نہ کروگے تو میں مجبور نہیں کر سکتا۔ میں نے، میرے ذمہ جو حق تھا وہ ادا کر دیا ہے۔ جو بیعت ہوں گے ان کو ڈاڑھی منڈانی یا کٹانی نہ ہوگی۔ شریعت کے مطابق رکھنی ہوگی انگریزی بال نہ رکھنے ہوں گے۔ سگریٹ، بیڑی اور تمباکو نوشی وغیرہ چھوڑنی ہوگی۔ کیونکہ اس میں تین مضرتیں ہیں۔ ایک مالی۔ وہ تو ظاہر ہے کہ پیسے ضائع ہوتے ہیں۔ کئی روپوں کی روزانہ تمباکو نوشی ہوتی ہے۔ دوسرے جسمانی مضرت ہے۔ پھیپھڑے خراب ہوتے ہیں۔ اور اخیر میں سل اور دق تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ یہ بات مشاہدہ اور تجربہ میں آچکی ہے۔ تیسری بات روحانی نقصان ہے، روحانیت کو مردہ کر دیتی ہے۔ جس چیز میں تین مضرتیں اور نقصان ہوں تو عقلمند آدمی وہ ہے جو اس کے قریب نہ جائے۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ نے خواب میں دیکھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں حاضر ہوں۔ اور بہت سا مجمع ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص اپنے حلقہ مبارک سے نکال دیا۔ صبح کو میں نے اس شخص کے پاس جا کر پوچھا کہ تیرے مجلس مبارک سے نکالے جانے کی کیا وجہ ہے۔؟ اس نے کہا کہ تمباکو پیتا ہوں، کچا لہسن اور پیاز کھا کر مسجد میں آنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کیونکہ ان میں بدبو ہے۔ سگریٹ میں تو ان سے زیادہ بدبو ہے۔

مسلمانو! سب بری باتوں سے توبہ کرو، اور پختہ توبہ کرو۔ توبہ کے بعد ان باتوں کے قریب نہ جاؤ۔

استغفار کرنے کی ہدایت فرمایا: کپڑا رنگنے سے پہلے صابن میں دھویا جاتا ہے پھر پھٹکڑی کے پانی میں ڈالا جاتا ہے۔ اس سے کپڑے میں قوت جاذبہ پیدا ہو جاتی ہے اس کے بعد اسے رنگ میں ڈالا جاتا ہے۔ اتنی محنت کے بعد اس پر پختہ رنگ چڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح مراقبہ اور ذکر و فکر کرتے وقت قلب پر جو وساوس اور خطرات آتے ہیں وہ گناہوں کا میل ہوتے ہیں۔ اسے استغفار کی تسبیح پڑھ کر صاف کرنا چاہیئے۔ پھر درود شریف کی تسبیح پڑھے۔ اس سے قوت جاذبہ پیدا ہوگی۔ پھر صبغۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ کا رنگ دل میں پختہ ہو جائے گا۔ اسی لئے میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ روزانہ صبح و شام تین،

ین تسبیح استغفار، درود شریف اور کلمہ تمجید کی پڑھا کرو۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے مگر آپ بھی استغفار پڑھا کرتے تھے۔ یہ امت کی تعلیم کے لئے تھا۔

کلمہ تمجید پڑھنا بڑی برکات کا ذریعہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جسد اطہر کے ساتھ بیداری کی حالت میں معراج پر تشریف لے گئے تھے۔ واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اپنی امت کو میرا سلام دینا، اور انہیں فرمانا کہ جنت چٹیل میدان ہے۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا ہ الا اللہ واللہ اکبر۔ کہنے سے اس میں پودے لگیں گے۔ سبحان اللہ کہنے سے ایک دہ لگ جائے گا۔ الحمد للہ کہنے سے دوسرا۔ لا الہ الا اللہ کہنے سے تیسرا اور اللہ اکبر ہنے سے چوتھا پودہ لگ جائے گا۔

اب اگر ان کلمات شریفہ کو سو بار کہو گے تو چار سو پودے لگ جائیں گے، تو ہمارے لئے ایک بڑا باغیچہ بن جاتے اور اس باغیچہ کا دنیا کے کسی باغیچہ کے ساتھ مقابلہ ہیں کیا جا سکتا۔

———— باقی آئندہ ————

بقیہ: مکتوب ڈھاکہ | کے مکان میں تشریف لاکر کھانا کھایا اور ظہر کی نماز ادا کی۔ دس منٹ رام فرماکر ڈھاکہ ایرپورٹ تشریف لے گئے، جاتے وقت ان کے والد مرحوم کے ایک اص مرید کلکتہ کولوٹولہ والے حاجی محمد دین مرحوم دوائی والے کے صاحبزادہ حافظ مختار احمد احب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر قیام فرماکر ۳ بجے ایرپورٹ پر مولانا اسعد نی کو رخصت کرنے کے لئے ہزاروں علماء وطلبہ وعمائدین شہر گئے تھے، صاحبزادہ مولانا سعد مدنی مدظلہ کی آمد کی خبر اخبار میں چھپنے کے بعد مشرقی پاکستان کے ہر ضلع سے ہر طبقے ے علماء ڈھاکہ آئے تھے، یادگار شیخ الاسلام کو دیکھ کر فرط و خوشی سے جھوم اٹھے، ہر طبقے کے وگوں کا آنے کا تانتا بندھا ہوا تھا، صاحبزادہ کی مجلس سے حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی یاد تازہ ہو گئی تھی۔

جناب مولانا مفتی محمد فرید صاحب دار العلوم حقانیہ

تحدید ملکیت زمین کے دلائل کا ایک جائزہ

اسلام میں اسکی کوئی گنجائش نہیں

ملک کے متموّل اور فقراء کے درمیان معاشی تفاوت اور اقتصادی بدحالی کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اللہ کے مقرر کردہ اصول اور احکام سے بُعد ہوتا گیا۔ اموال کے حقوق ادا نہ ہوئے او استحصال زر میں حلال وحرام کی تمیز نہ کی گئی، نتیجہ میں وہ شدید بحران رونما ہوا جس سے پورا ملک دوچار ہے۔ اس کا علاج زمینوں کی ملکیت کی حد تک اکثر سیاسی جماعتیں یہ تجویز کر رہی ہیں کہ زمین کی ملکیت کی ایک خاص حد مقرر کی جائے۔ یہاں تک کہ بعض مذہبی جماعتوں سے بھی اس سلسلہ میں بے احتیاطی ہوئی اور عارضی طور پر یا مستقلاً تحدید ملکیت زمین کو اپنے منشوروں میں جگہ دی حالانکہ معاشی بے اعتدالی اور بدحالی کے فساد کا علاج تحدید ملک سے نہیں ہو سکتا۔ عملی اور واقعاتی تجزیہ کرنے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو سکتی ہے۔ کہ اس علاج سے مرض تو زائل ہو نہیں سکتا۔ مگر دین میں بلا دلیل ایک گونہ تحریف و ترمیم کا ارتکاب ہو جائے گا۔ اور مسئلہ بھی اپنی جگہ لاینحل رہے گا۔

اگر زمینداروں کے پاس سو سوا سو ایکڑ زمین چھوڑ کر زائد اس سے لے لی جائے اور حکومت اس زائد زمین کو ملک کے تمام بے زمین افراد پر موافق ضرورت تقسیم کرلے تو ملک کی آبادی کے تناسب سے یہ محدود زمین ہرگز سب افراد تک نہیں پہنچ سکتی۔ بعض کو دی جائے اور بعض محروم رہیں۔ تو فساد اپنی جگہ قائم رہا۔ پھر اس تحدید شریعت کے کئی احکام مثلاً میراث وغیرہ منسوخ اور معطل ہو جائیں گے۔ پھر جبکہ بسا اوقات اربابِ اقتدار ایسے عارضی اور مصلحتی قوانین کو دائمی حیثیت دے دیتے ہیں تو قانونِ وراثت مستقل طور پر معطل ہو کر رہ جاتا ہے۔ نیز یہ تحدید سوشلزم

کیلئے سنگ بنیاد ہے، کیونکہ تحدید ہی کے دلائل سے سرے سے شخصی ملکیت میں نفی ہو سکتی ہے۔
(ج) جن نظاہر اور شواہد کو کھینچ تان کر تحدید ملکیت کے لئے وجہ جواز بنایا جاتا ہے: تاکہ روٹی کا مسئلہ حل ہو سکے ٹھیک اسی طرح عزل، اسقاط حمل وغیرہ نظائر و شواہد کے بناء پر تحدید نسل (خاندانی منصوبہ بندی) کیلئے بھی وجہ جواز نکالی جا سکتی ہے تاکہ روٹی کا مسئلہ حل ہو سکے۔ اگر وہ تحدید جائز نہیں تو یہ کیوں جائز ہے۔؟

نظائر اور شواہد کا جائزہ | بعض حضرات نے حاکم وقت کو اقتصادی بدحالی دور کرنے کے لئے تحدید ملکیت کے اصول بنانے کا اختیار دیا ہے ——————
—————— اور اسی ضمن میں کچھ دلائل پیش کئے ہیں۔ ہم اس کا بھی مختصراً جائزہ لینا چاہتے ہیں۔

(الف) اس میں شک نہیں کہ فقراء اور مساکین کو اگر ضروریات زندگی میسر نہ ہوں اور ہلاکت کا خطرہ ہو تو حکومت ذخیرہ اندوزی کرنے والوں سے جبری طور پر غلہ وغیرہ لیکر فقراء کی حاجت برآری کر سکتی ہے اور فقراء بھی براہ راست اضطراری حالت میں بغیر رضاء مالک غلہ وغیرہ لیکر اپنی ضروریات میں خرچ کر سکتے ہیں، مگر دونوں صورتوں میں لازمی ہے، کہ تنگی اور ضرورت ختم ہونے پر اس کے مالکوں کو معاوضہ دیا جائے۔ قال فی الدر المختار لو خاف الامام علی اهل بلد الهلاك اخذ الطعام من المحتكرين وفرق عليهم فاذا وجد واسعة ردوا مثله ومن اضطر لمال غيره وخاف الهلاك تناوله بلا رضاه ونقله الزيلعي عن الاختيار واقره۔ (الدر المختار ج ص)

اور علامہ ابن حزم ظاہری نے بھی المحلی ج ۵ ص ۴۵۲ میں لکھا ہے کہ اغنیاء پر فرض ہے کہ فقراء کی ضروریات کو پورا کریں اور حاکم وقت کے لئے جائز ہے کہ اغنیاء کو اس بات پر مجبور کرے علامہ کی اصل عبارت یہ ہے۔

وفرض على الاغنياء من اهل كل بلد ان يقوموا بفقرائهم ويجبرهم السلطان على ذلك ان لم تقم الزكوة بهم ولا فى سائر اموال المسلمين بهم فيقام لهم بما يأكلون من القوت الذى لابد منه ومن اللباس للشتاء والصيف بمثل ذلك وبمسكن يكنهم من المطر والصيف والشمس وعيون المارة - انتهى۔

لیکن ابن حزم مالکان اموال کو معاوضہ دینے کا بھی قائل نہیں اور یہ اسکی تفردات میں سے ہے۔ الغرض ضرورت کے وقت اغنیاء کے اموال سے فقراء کی حاجت برآری فرض ہے پر اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ بادشاہ وقت زمین کے قانونی مالکوں سے زمین چھین کر

بے زمین لوگوں کو زمین بھی فراہم کرے گا۔

ب۔ رہا ابو عبیدہ بن الجراح کا جہاد کے موقعہ پر تین سو ساتھیوں کو اپنا اپنا تمام توشہ اکٹھا کرنے کا حکم دینا (بخاری ص ۶۲۵) اور اس سے اپنا مدعیٰ ثابت کرنا تو اس سے بھی تحدید ملکیت ثابت نہیں ہو سکتی، کیونکہ اس واقعہ میں نہ تو یہ توشے ابو عبیدہؓ کی ملکیت بنائے گئے تھے اور نہ اوقاف کی طرح غیر مملوکہ تھے۔ بلکہ ان میں ملکیت شخصی بہرحال باقی تھی اور اباحت کی شکل میں ایک دوسرے کے راشن سے فائدہ اٹھانے کا کہا گیا تھا۔ غزوۂ خیبر میں سویق کا اکٹھا کر کے یکساں تقسیم کرنے کی بھی یہی حقیقت ہے۔

ج۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت بلالؓ کو دی گئی وادیٔ عقیق کی زمین واپس لے لینے کو بھی تحدید ملکیت کیلئے پیش کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ زمین غیر آباد (موات) تھی حضرت عمر نے صرف وہی حصہ اس سے واپس لیا جو انہوں نے آباد نہیں کیا اور جو آباد اور زیر کاشت لایا گیا تھا۔ اُسے واپس نہیں لیا (رواہ یحییٰ بن آدم عن عبداللہ بن ابی بکر کذا فی التعلیق علی الاموال ص ۹۰) اور یہ اب بھی جائز ہے کہ جب ایک شخص تین سال کے اندر اندر ارض موات کو آباد نہ کرے تو حکومتِ وقت اس کو واپس لے سکتی ہے، کیونکہ ارض موات میں آباد کرانے سے قبل صرف قبضہ سے ملکیت ثابت ہی نہیں ہوتی، ہدایہ میں ہے:

فبقی غیر مملوک کما کان هو الصحیح (ج ص ۴۶۳)

ایسی زمین غیر آباد ہونے کی وجہ سے مملوک ہی نہیں ہوتی بلکہ غیر مملوک ہے۔

د۔ اس میں شک نہیں کہ حضور علیہ السلام نے مجاہدین کی خوشی اور طیب خاطر سے قبیلۂ ہوازن کے وفد کو اُن کے قیدی واپس دیئے تھے۔ (بخاری ص ۶۱۸) مگر اس سے بھی تحدید ملک کا جواز معلوم نہیں ہو سکتا، کیونکہ اوّلاً تو یہ احتمال موجود ہے کہ یہ واپسی تقسیم سے قبل ہوئی ہو۔ جیسا کہ ابن کثیر کی رائے ہے کہ:

وظاهر سیاق حدیث عمرو بن شعیب الذی اوردہ محمد بن اسحٰق عن ابیه عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ردّ الی هوازن سبیهم قبل القسمة۔ (تاریخ ابن کثیر ص ۳۵۵ ج ۴)

حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے بنو ہوازن کو اُن کے قیدی تقسیم سے پہلے پہلے واپس کر دئے تھے۔

اس احتمال کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ ملکیت شخصی ثابت ہی نہیں ہوئی تھی، جبکہ تحدید ملکیت میں تو شخصی ملکیت کا ازالہ ہوتا ہے۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ واپسی تقسیم کے بعد ہوئی، جیسا کہ بخاری کی روایت وقد کنت استأنیت بکم سے مفہوم ہوتا ہے تو اس سے بھی حاکمانہ اور جبری طور پر ملکیت چھین لینے یا اسے محدود کر دینے کا جواز نہیں نکالا جا سکتا، اس لئے کہ یہاں واپسی طیب خاطر یعنی پوری رضا و رغبت سے ہوئی تھی اور اس طیب خاطر کی پوری رعایت اور تحقیق کر کے ایسا کیا گیا۔ اور ایسی واپسی اب بھی بالاجماع جائز ہے۔

پھر یہ بات بھی واضح رہے کہ اکثر مجاہدین نے قیدیوں کو مفت واپس کیا اور جن افراد مثلاً اقرع بن حابس اور عیینہ اور ان کی قوم نے مفت واپس کرنے سے انکار کیا (البدایۃ والنہایۃ ج۴ ص۳۵۳) اور انہیں معاوضہ دینے کا وعدہ کیا گیا تو وہ عوض بھی قیمت اور ثمن نہیں تھا۔ کیونکہ اس وعدہ میں نہ ثمن کی مقدار معلوم تھی اور نہ اجل متعین تھا اور شریعت میں ایسی خرید و فروخت جائز ہی نہیں جس میں نہ قیمت معلوم ہو، نہ ادائیگی کی میعاد، یہاں تک کہ اس معاملہ میں تو ثمن کی ادائیگی اور اس کا تحقق بھی غیر یقینی تھا، جس پر بخاری کے یہ الفاظ دلالت کر رہے ہیں۔ کہ ومن احب منکم ان یکون علی حظہ حتی نعطیہ ایاہ من اوّل ما یفئ اللہ علینا فلیفعل۔ (جو تم ہی سے چاہے کہ اگر ہمیں اللہ نے مال غنیمت ہی سے کچھ دیدیا تو انہیں ان کا معاوضہ ادا کر دیا جائے گا۔) ان الفاظ سے بھی یہی واضح ہو رہا ہے۔ پس اس حدیث سے بھی تحدید ملک یا تبدیل ملک کا استدلال غیر صحیح ہے۔

۵۔ پانچویں دلیل تحدید ملکیت کے لئے فقہاء کرام کے قاعدہ تحمّل الضرر الخاص لدفع الضرر العام کی پیش کی گئی ہے، یعنی کسی عام ضرر کے ازالہ کی خاطر ضرر خاصہ برداشت کیا جائے، لیکن اس قاعدہ سے بھی تحدید ملکیت کے جواز کا استنباط درست نہیں، کیونکہ اس ملک میں ہر بے زمین شخص کو تو تکلیف اور مصیبت لاحق نہیں ہوتی، لاکھوں لوگ جو زمین کے مالک نہیں ہیں، مگر نہ ننگے ہیں نہ بھوکے بلکہ دیگر معاشی ذرائع کی وجہ سے آسودہ حال ہیں۔ ثانیاً کہ ضرر عامہ اگر موجود ہے تو دونوں طرف کو اور دونوں صورتوں میں ہے۔ البتہ طالبین تحدید عموماً وہ لوگ ہیں جو سوشلسٹ اقوام اور نظریات سے متاثر ہیں۔ اور عموماً ان کے دلوں میں حلال و حرام کی تمیز اور آخرت کا احساس نہیں، مذہب ان کے نزدیک ثانوی حیثیت کا حامل ہے، پیٹ

باقی صفحہ ۲۶ پر

تبرکات و نوادر

غیر مطبوعہ خطوط

مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ
امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
بنام
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

(۱)

بخدمت شریف مخدومی و محترمی دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کے مدرسہ کا حال معلوم ہو کر دل بہت خوش ہوتا ہے۔ ابھی تک مدرسہ کی اور جناب کی زیارت نہیں ہو سکی[1]، مدرسہ اور جلسہ[2] کی حاضری سے بہت معذور ہوں۔ لات کٹوانے کے بعد کثرت پیشاب اور تکالیف بھی ایسی ہیں کہ سوائے گھر کے بہت مشکل سے پوری ہوتی ہیں۔

احقر محمد حسن[3] خادم جامعہ اشرفیہ

مخدومی و محترمی دام مجدکم آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا مدرسہ تو اللہ کے فضل سے بہت مشہور ہے اور جلسہ کے اشتہار بھی موصول ہوئے۔ شاید جناب کے سمع مبارک میں آیا ہو گا کہ پچیس سال سے پیر کے مرض میں مبتلا ہوں۔ سفر کی ہمت نہیں۔ مولانا غلام اللہ خان[4] صاحب کے اصرار پر کچھ ہمت کرتا ہوں، لیکن پورا پتہ نہیں کہ وہاں بھی حاضر ہو سکوں گا کہ نہیں، بدنی حاضری تو مشکل ہے۔ دعا سے شامل ہوں۔ حق تعالیٰ آپ کے فیض کو قائم اور موجب قرب بنا دے۔ آمین ثم آمین۔

احقر محمد حسن از لاہور[5]

---

[1] بعد میں جامعہ اشرفیہ کی دستاربندی میں کئی دفعہ تشریف لے گئے اور ملاقات ہوتی رہی۔

[2] دارالعلوم حقانیہ کا جلسہ دستاربندی۔

[3] خلیفہ ارشد حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور۔ مرشد کامل عارف وقت الامرتسری ثم اللاہوری۔ المتوفی

[4] مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی۔ [5] کارڈ پر ۸ مئی ۱۹۵۱ء کی مہر ثبت ہے۔

از احقر محمد حسن[۵]

آپ کے ارشاد پر عمل کرنے سے طبعی اور عقلی فرحت ہے لاکن مجبوری کی وجہ سے نہ احقر حاضر ہو سکتا ہے نہ حضرت مولانا کاندھلوی[۱]۔ اور چونکہ یہ تکوینی امر ہے اور ہر تکوینی امر میں بیشمار منافع ہوتے ہیں۔ اس واسطے یقین ہے کہ عدم حاضری میں منافع ہیں۔ آپ بھی اس پر عقلاً مسرور رہیں اور بقول مرشدی[۲] یقین رکھیں کہ اس وقت اسی میں حکمت و برکت ہے

چوں کہ بر میخت بہ بندد بستہ باش　چوں کشاید چابک و برجستہ باش

از احقر محمد حسن

بخدمت مخدومی و محترمی دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حضرت مولانا محمد ادریس کی طبیعت کچھ ناساز ہے۔ بخاری کا سبق دو یوم سے بند ہے۔ برخوردار عبید اللہ[۳] بھی کچھ بیمار ہے۔ لاکن وہ آپ کی زیارت کا مشتاق ہے۔ اگر ہو سکا تو وہ حاضر ہو گا۔ ہے تو وہ جلسہ کے لئے بیکار ہی، تقریر نہیں کر سکتا۔ تلاوت قرآن شریف کر سکتا ہے۔ احقر مولانا سے عرض کرے گا۔ کہ اگر ہو سکے تو جلسہ میں شریک ہوں آپ دعا فرمائیں کہ وہ پہنچ سکیں۔ ان کی تقریر ہو سکے تو پھر ان شاء اللہ جلسہ ہو گیا۔

۱۰ را پریل ۱۹۵۴ء - ۱۳۷۴ھ

---

۵ یہ سطور مولانا محمد ادریس کاندھلوی مدظلہ کے لکھے ہوئے کارڈ کی پشت پر تحریر فرمائی ہیں۔ کارڈ پر ۱۵ را پریل ۱۹۵۴ء کی مہر ثبت ہے۔

۱ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی سابق استاد دارالعلوم دیوبند۔ شارح مشکوٰۃ۔ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

۲ حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی مراد ہیں۔ مکتوب کا انداز بھی مرشد تھانویؒ جیسا حکیمانہ ہے۔

۳ مولانا عبید اللہ صاحب صاحبزادۂ اکبر، حال مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور۔

۴ مولانا کاندھلوی مدظلہ۔ حسب معمول مولانا نے اس جلسہ میں بھی شرکت فرمائی اور عالمانہ بیان سے حاضرین کو مستفید فرمایا۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری[1]

مکرمی و محترمی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

گرامی نامہ باعث فخر ہوا۔ میں اپنا کیا حال لکھوں دو تین برس سے بیمار ہوں۔ اور آجکل یہ حالت ہے کہ آواز بیٹھ گئی ہے۔ بہ تکلف کلام کرتا ہوں، دونوں پاؤں میں حذر ہے، چلنا پھرنا بہت کم ہے۔ سفر کے نام سے گھبراتا ہوں، ورنہ آپ کے ارشاد کی تعمیل میرا مذہبی فریضہ تھا۔ اب معذور ہوں۔ والعذر عند کرام الناس مقبول۔

میری صحت کیلئے دعا کریں اور اساتذہ و تلامذہ سے بھی دعا کرائیں۔

والسلام مع الاکرام

سید عطاء اللہ شاہ

۱۹ر جنوری ۵۷ ۱۹ء۔ ملتان شہر

مکرمی و محترمی و مخدومی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

آنحضرت کا گرامی نامہ پہلے بھی پہنچ چکا تھا میں اپنی بیماری اور پریشانی کی وجہ سے جواب سے قاصر رہا۔ اب صاحبزادہ صاحب[2] تشریف لے آئے۔ مخلص نوازا میں اپنا مفصل حال لکھ نہیں سکتا۔ بہت ہی ناتواں ہو گیا ہوں۔ فرض نماز بھی اکثر بیٹھ کر پڑھتا ہوں۔ تقریر و وعظ تو ایک طرف مطلق سفر کے قابل بھی نہیں، بہت ہی معذور ہو گیا ہوں۔ میری معذرت قبول فرما دیں۔

والعذر عند کرام الناس مقبول۔

والسلام۔ سید عطاء اللہ۔ ۱۲ر اکتوبر ۱۹۵۸ء۔ ملتان شہر

---

[1] بطل حریت خطیب اسلام پروانہ شمع ختم نبوت مجاہد اسلام سید عطاء اللہ شاہ بخاری قدس سرہٗ العزیز

[2] ناچیز راقم الحروف خود دعوت لیکر حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت کی علالت کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

مولوی محمد شہاب الدین بنگلوری

ایک زمینی نشانی

قرآن کا ایک تحیّر خیز معجزہ
اور
عریاں تہذیب کے متوالوں کیلئے ایک سبق

یوں تو قرآنِ مجید کے معانی و مطالب کسی بھی دور میں مہمل و بے معنی نہیں ہوتے، مگر بعض آیات کا جب اصل مفہوم واضح ہوتا ہے تو لطف دوبالا ہوجاتا ہے، اس کی ایک واضح مثال "زوج کریم" ہے جسکی تفصیل آگے آرہی ہے۔ یہ قرآن حکیم کا اتنا انوکھا روپ اور اسکی نیرنگی کلام کا ایسا تحیّر خیز معجزہ ہے جسکی مثال پیش کرنے سے پورا انسانی لٹریچر عاجز و بے بس ہے — ارشادِ ربانی ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الْاَرْضِ کَمْ اَنْۢبَتْنَا فِیْھَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍ کَرِیْمٍ۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً۔ وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ
(شعراء ۱-۹)

کیا انہوں نے روئے زمین کا مشاہدہ نہیں کیا کہ ہم نے اس میں ہر قسم کے کتنے ہی شریف و معزز نر و مادہ (نباتات) اگادئے ہیں۔ یقیناً (نباتات کے اس قانونِ زوجیت) میں ایک بہت بڑی نشانی موجود ہے۔ مگر ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور بلاشبہ تمہارا رب غالب اور رحمدل ہے (جو ان منکرین سے تو سمجھ لے گا اور مومنین کے ساتھ رحم کا برتاؤ کرے گا)

ان آیات کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی حقانیت واضح کرنے اور منکرین پر حجت پوری کرنے کے لئے قطعی و فیصلہ کن آفاقی و نفسی دلائل فراہم کرے گا، جن کے انکار کے بعد "سنتِ الٰہی" کے مطابق ان منکرین و معاندین کو سزا دی جائے گی۔

دلائل آفاق کی ایک مثال | پھر سورۂ شعراء کی ان ہی آیات میں معجزہ اور دلائل آفاق کی

حقیقت پر بھی کچھ روشنی ڈالی گئی ہے، اور بتایا گیا ہے کہ بجائے آسمان سے کوئی فوق العادت معجزہ اتار دینے کے ہم نے زمین ہی میں ہر قسم کی عبرت و بصیرت کا سامان پیدا کر دیا ہے جو در حقیقت معجزہ کے قائم مقام ہے۔ یعنی ہر ایک پیڑ پودا اپنی جگہ پر ایک حیرت انگیز تخلیقی معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے، جو ہے تو نظام فطرت یا سلسلۂ اسباب وعلل ہی کے روپ میں، مگر اپنے بے مثال نظم وضبط کے باعث ایک خارق عادت چیز سے کسی بھی طرح کم نہیں۔

اسلام کے آغاز کے ساتھ ہی چونکہ ظلمت وتاریکی کا زمانہ لد گیا اور علم وتحقیق کی صبح نمودار ہونے لگی اس لئے اب بجائے فوق العادت معجزات کے آفاقی وانفسی دلائل کو جگہ دی گئی۔ جو خلاقِ عالم کی مزاج شناسی کی بھی ایک بیّن دلیل ہے۔ یعنی زمانے کی نبض اور رفتار کو دیکھتے ہوئے چند نئے قسم کے تیر بہدف نسخے تجویز کئے گئے جو آج کی بیمار اور جاں بلب انسانیت کے لئے اکسیر کا حکم رکھتے ہیں۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آیات زیر بحث میں بجائے ایک "آسمانی نشان" کے ایک زمینی نشان کو اہمیت دی گئی۔ جیسا کہ فرمایا: "اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً" یہ نباتات کا تذکرہ ہے۔ اور اسی تذکرہ میں نباتات کی سیرتوں کے ایک عجیب وغریب پہلو کیطرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جس میں نوعِ انسانی اور خصوصیت کے ساتھ موجودہ عریاں تہذیب کے متوالوں کے لئے ایک آفاقی سبق موجود ہے۔

یوں تو نباتات کی زندگی کے سارے ہی مظاہر معجزانہ حیثیت رکھتے ہیں مگر خصوصیت کے ساتھ نظام ازدواج ــــ جس کو علم نباتات کی اصطلاح میں عمل زیرگی (POLLINATION) کہا جاتا ہے ــــ میں اتنے شریفانہ کریمانہ اور منظم قوانین کی پابندی ہو رہی ہے کہ ایک خدا کا وجود تسلیم کئے بغیر ان منظم ومنضبط قوانین کی کوئی صحیح توجیہہ وتعلیل ممکن ہی نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ نباتات میں بھی حیوانات ہی کی طرح نر و مادہ پائے جاتے ہیں۔ اور ان کی بار آوری کا ایک طریقہ یہ ہے کہ شہد کی مکھیوں، حشرات، پرندوں اور ہوا وغیرہ کے ذریعہ نر پھول کا زیرہ (FOLLE GRAINS) مادہ پھول تک پہنچ جاتا ہے، مگر ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ایک نوع کا زیرہ دوسری نوع کا پھول قبول کر لیتا ہو۔ بلکہ ہر نوع صرف اپنی ہی نوع کا زیرہ لیتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب کارخانۂ حیات کے مظاہر خود بخود رواں دواں ہیں تو آخر ایک نوع کا دوسری نوع سے زیرہ لے لینے میں کون سی چیز مانع ہے۔؟ اب وہ کون ہستی ہے

جو ان نباتات کی سیرتوں کی نگرانی کر رہی ہے۔؟ آخر ان پیڑ پودوں میں حرامی نسل کیوں نہیں ظاہر ہو جاتی۔؟ انار کے درخت میں سنگترہ کیوں نہیں لگ جاتا۔؟ یا گلاب کے پودے میں روئی کیوں نہیں نمودار ہو جاتی۔ وقس علیٰ ذلک۔

نقاشِ فطرت نے نباتات کو "زوج کریم" کے معزز خطاب سے نواز کر ان کے سروں پر کریمیت کا تاج رکھ دیا ہے۔ یہ نباتات کی سیرتوں میں نظم و ضبط اور ڈسپلن یا اطاعت الٰہی کا اتنا زبردست ترین مظاہرہ ہے کہ خلاقِ فطرت کی حکیمانہ تخلیق کی بے ساختہ داد دینی پڑتی ہے۔ اور "کل لہ قانتون" کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو میری کتاب "نباتات سے انسانیت تک"

"زوج کریم" کا یہ حیرت ناک اور عبرت انگیز مظاہرہ علم نباتات (BOTANY) کی ترقی کے باعث روشنی میں آسکا ہے۔ مگر آج کی سائنس نباتات کی سیرتوں کے اس پہلو سے بالکل آنکھیں بند کئے ہوئے ہے۔ اب یہ قرآنِ عظیم کا کمال ہے کہ جدید سائنس اپنے ہی علم و فن کے جس پہلو سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہے قرآنِ عظیم ہاتھ پکڑ کر اس کو اس عبرتناک پہلو کی طرف متوجہ کر کے مادیت (MATTERIALISM) کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک رہا ہے۔ کیا یہ قرآنِ عظیم کی بے مثال استادی اور اسکی معجزانہ رہنمائی نہیں ہے۔؟ زوج کریم کا یہ مظاہرہ دراصل موجودہ ننگی انسانیت کے گال پر ایک تھپڑ کی حیثیت رکھتا ہے، اور ان دو الفاظ میں اسباق و بصائر کا ایک پورا باب سمو دیا گیا ہے۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب مذکور۔

واضح رہے کہ زوجِ کریم ذو معنیٰ الفاظ ہیں اور یہ قرآن میں بطور توریہ مذکور ہوئے ہیں۔ یعنی "من کل زوج کریم" کا مطلب اب تک "ہر قسم کی عمدہ چیزیں" یا "ہر قسم کے اچھے اچھے نباتات" لیا جاتا رہا۔ مگر علم نباتات (BOTANY) کی ترقی کی بدولت اس کا اصل مفہوم اب واضح ہو سکا ہے۔ یعنی "ہر قسم کے نر و مادہ"۔ یہ زوج کریم کا حقیقی مفہوم ہے۔ اور پہلا مفہوم مجازی یا ثانوی ظاہر ہے کہ مجازی یا ثانوی مفہوم صرف اسی وقت لیا جا سکتا ہے، جبکہ حقیقی مفہوم بن نہ سکے اور نباتات کی سیرتوں سے ناواقفیت کے باعث کوئی مفسر و مترجم یہ حقیقی مفہوم کیسے لے سکتا تھا۔؟

اس لئے فرمایا: اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً۔ جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہے:

وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۔ فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ اِنِّیْ لَکُمْ مِنْہُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۔	اور ہم نے ہر چیز میں ایک جوڑا بنا دیا ہے تاکہ تم چونک سکو۔ پس دوڑو اللہ کی طرف، میں تو تمہارے لئے خدا کی طرف سے کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں۔

باقی ص ۳۹ پر

مولانا اسعد مدنی

کی

ڈھاکہ میں مصروفیت

یکم اپریل ۱۹۷۰ء ڈھاکہ کے روزنامہ سنگرام نے حضرت مولانا اسعد مدنی مدظلہ کے متعلق جو تبصرہ کیا ہے وہ بالکل شر انگیز اور بے بنیاد ہے۔ مولانا مدظلہ ۲۵ر مارچ بروز بدھ ٹھیک دو بجکر ۲۰ منٹ پر لاہور سے ڈھاکہ تشریف لائے، ایر پورٹ پر ہر طبقے کے علماء، طلباء و عمائدین شہر نے شاندار استقبال کیا، ایر پورٹ پر صرف ایک گھنٹہ قیام فرماکر حضرت مولانا مدنی، ٹھیک ۳ بجکر ۲۰ منٹ پر دوسرے جہاز سے سلہٹ کیلئے روانہ ہو گئے۔ ایر پورٹ پر تمام علماء کرام کے پر زور اصرار پر سلہٹ سے واپسی پر ایک رات ڈھاکہ میں قیام فرمانے کیلئے راضی ہو گئے۔ چنانچہ ۲۷ر مارچ بروز جمعہ بوقت ۵ بجے شام سلہٹ سے بذریعہ طیارہ تشریف لائے۔ عصر کی نماز ایر پورٹ پر پڑھی، نماز عصر سے فارغ ہو کر سیدھا حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے ایک خاص مرید جناب عبد الخالق چودھری کریم گنج والے کے مکان پر تشریف لے گئے، وہاں مغرب کی نماز پڑھ کر کھانا کھایا اس کے بعد تھوڑی دیر بیٹھ کر نواب باڑی احسن منزل جناب مولانا خواجہ انیس اللہ صاحب کے مکان پر تشریف لے آئے۔ حضرت اسعد مدنی صاحب سے ملاقات کیلئے دور دراز سے علماء کرام تشریف لائے تھے۔ صرف دس منٹ دور دراز سے آنے والے مہمانوں سے ملاقات کر کے صرف دعا کی، تقریر نہیں فرمائی۔ رات دس بجے حضرت مولانا مدنی نے خواجہ انیس اللہ کے مکان میں عشاء کی نماز ادا کی اور امامت راقم الحروف نے کی، نماز عشاء سے فارغ ہو کر بلا تاخیر کسی سے بات چیت کئے بغیر سونے کیلئے خاص کمرہ میں تشریف لیگئے جہاں کسی کو بھی جانے کی اجازت نہیں تھی، نہ کوئی گیا۔۔۔ اب روزنامہ سنگرام لکھتا ہے کہ مولانا اسعد مدنی نے عشاء کی نماز نواب باڑی

مسجد میں ادا کی، نماز کے بعد تقریر کی اور مودودی صاحب پر تنقید کی اور نماز کے بعد بہت سے کمیونسٹ لیڈر ملاقات کیلئے آئے"۔ نیز یہ بھی لکھتا ہے کہ مولانا اسعد مدنی ہندوستان پارلیمنٹ کے رکن ہیں اور جمعیۃ العلماء ہند کے جنرل سیکرٹری ہیں، ہندوستان کیطرف سے ایجنٹ بنکر پاکستان آئے ہیں۔

راقم الحروف افسوس کے ساتھ لکھتا ہے کہ حضرت مولانا اسعد مدنی مدظلہٗ زیارت حج بیت اللہ کے بعد پاکستان سے ویزا لیکر یہاں آئے تھے۔ حضرت مولانا کیلئے یہ مخفی سفر نہیں تھا، باقاعدہ دونوں بازو کے اخباروں میں آمد کی اطلاع شائع ہوئی۔ یہ بات کسی کو معلوم نہیں کہ امام الہند شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں سے زیادہ شاگرد و مرید پاکستان میں موجود ہیں ان کے تقاضا سے حضرت مولانا اسعد مدنی مدظلہٗ صرف متوسلین سے ملنے کیلئے یہاں آئے ہیں۔ پاکستان میں جہاں جہاں حضرت اسعد مدنی تشریف لے گئے کہیں بھی تقریر نہیں کی، یہاں نواب باڑی میں ہزاروں علماء کے اصرار پر مولانا نے یہ جواب دیا کہ میں ایک غیر ملکی آدمی ہوں، اگرچہ تقریر کرنا ممانعت نہیں ہے لیکن خلاف مصلحت ہے۔ اس لئے میں کچھ کہوں، اخبار والے کچھ اور لکھیں، لہذا میں تقریر سے معذرت چاہتا ہوں۔ اس کے بعد لوگوں کے اصرار پر صرف دعا کی ۲۸ مارچ سنیچر کو مشرقی پاکستان کے مشہور دینی درسگاہ جامعہ قرآنیہ لال باغ کی دعوت پر حضرت مولانا جامعہ قرآنیہ تشریف لیگئے جامعہ کے تمام اساتذہ کرام و طلباء نے شاندار استقبال کیا اساتذہ و طلباء کی پُر خلوص محبت اور جامعہ کے تعلیمی انداز دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی، جامعہ کے ناظم اعلیٰ مشرقی پاکستان کے مشہور مفسر قرآن حضرت الحاج مولانا مفتی دین محمد خاں صاحب مدظلہٗ نے مولانا کا خیر مقدم کیا اور دفتر جامعہ میں بیٹھ کر تمام اساتذہ کرام کے ہمراہ چائے نوشی کی۔

جامعہ کے اساتذہ کرام نے خصوصاً جامعہ کے محدث حضرت الحاج مولانا مفتی محمد عبدالمعز صاحب مدظلہٗ جو حضرت مولانا اسعد مدنی مدظلہٗ کے دیوبند کے ساتھی بھی ہیں۔ طلبہ کو کچھ نصیحت کے لئے اصرار کیا۔ مگر اس وقت بھی مولانا نے یہ جواب دیا کہ میں ایک غیر ملکی آدمی ہوں، تقریر کرنے سے معذور ہوں۔ اس کے بعد تھوڑی دیر کیلئے شاہی مسجد میں تشریف لے جا کر دعا کی اور مولانا عبدالکبیر صاحب۔ استاد جامعہ نے تمام حاضرین مجلس سے حضرت مولانا کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد سیدھا نواب باڑی خواجہ انیس اللہ صاحب

باقی ص۴۷ پر

تبصرۂ کتب

ادارہ

سلوکِ سلیمانی | مولانا محمد اشرف خان صدر شعبۂ عربی اسلامیہ کالج پشاور
ناشر مکتبۂ سرمدی ۶۷ اسلامیہ پارک سکیم پونچھ روڈ۔ لاہور
صفحات ۱۸۴۔ قیمت مجلد ۵۰/۴۔ طباعت وکتابت بہترین۔ کاغذ عمدہ۔

حضرت علامہ محقق وقت سید سلیمان ندوی مرحوم اپنے وقت کے نابغۂ روزگار شخصیت تھے۔ خداوندکریم نے حکیم الامۃ تھانویؒ کے ذریعہ علم اور تحقیق کے ساتھ تصوف وسلوک اور تربیت وتزکیہ کی خداداد صلاحیتوں کو بھی جلا بخشی اُن کے تربیتی مکاتیب ملفوظات اور تحریرات کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں حکمت وسلوک کے گوہر آبدار پائے جاتے ہیں۔
فاضل مؤلف مولانا محمد اشرف خان صاحب ایم اے جنہیں سید الملت مرحوم سے خاص تعلق اور گہری عقیدت ہے اور جنہیں خداوندتعالیٰ نے دعوت وتبلیغ کے میدان میں حق تعالیٰ نے بے پناہ جذبۂ درد وسوز سے نوازا ہے اور جن کی ذات سے بیشمار افراد جدید تعلیم اور ماحول کے ہلاکت آفرین اثرات سے نکل کر اسلام اور اس کے نظام صلاح وفلاح کے داعی بن رہے ہیں، نے علامہ سید سلیمانؒ ندوی کے سلوک پر ایک اجمالی نظر کے عنوان سے ایک زوردار مقالہ لکھا تھا جس میں سید صاحبؒ کے تربیتی طریق اور اصلاحی نظریات پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی تھی۔ ناشر کتاب نے اب اس مقالہ کو کتابی شکل میں شائع فرماکر اس گنجینۂ حکمت کی افادیت کو بڑھا دیا ہے۔ مولانا محمد اشرف کے قلم سے سلوکِ سلیمانی پر ایک تفصیلی کتاب بھی زیر ترتیب ہے۔ خدا کرے جلد اشاعت پذیر ہو سکے۔

مشہور تاریخی واقعات | مرتب سید نصیر احمد جامعی۔ ناشر بیگم ہمایوں ٹرسٹ لاہور
قیمت ۶/ روپے۔ صفحات ۲۵۶۔ کتابت وطباعت عمدہ۔

اسلامی تاریخ فتح وظفر اور شجاعت وبسالت کے شاندار اور بے مثال واقعات سے لبریز ہے۔ مگر اس میں کچھ ایسے داغ بھی ہیں جو مرور زمانہ کے ساتھ بھی مندمل نہیں ہوئے۔ پیش نظر کتاب میں اندلس سے مسلمانوں کے اخراج سے لیکر نہر سویز کی جنگ تک اس قسم کے عبرت

آموز اور حیرت انگیز بائیس واقعات جمع کئے گئے ہیں۔ انہیں پڑھ کر یہ احساس اور بھی گہرا ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے ادبار اور تنزل میں بنیادی حصہ، خدا فراموشی، خود فراموشی، حب دنیا، موت سے فرار، اتحاد کا فقدان اور حالات کا غیر حقیقت پسندانہ سامنا کرنا ہے۔

آئینۂ صداقت | از مولانا فیروز الدین روحی، ناشر مکتبۂ معاویہ ۲/۱۱ بی ون ایریا لیاقت آباد کراچی ۱۹۔ صفحات ۱۹۲، قیمت دو روپے۔

برصغیر میں بریلوی اور دیوبندی نزاع کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ کچھ سیاسی اغراض بھی اس کے پروان چڑھانے کا سبب بنیں۔ اور ایک خاص مقصد کے تحت اس ملک میں اسلام کو اس کی شکل میں محفوظ رکھنے اور یہود و نصاریٰ سے لڑنے والی جماعت حقہ کے خلاف ایک پورا مکتب فکر کھڑا کیا گیا۔ پیش نظر کتاب میں دونوں فریقوں کے مسلک کی حقیقت اور اس ضمن میں وہابیت کی حقیقت، شاہ ولی اللہ اور ان کی تحریک دیوبند کی مختصر تاریخ اور پھر مسلمانوں میں انتشار و افتراق پیدا کرنے والے مساعی سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ کتاب مسلک حقہ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے معلومات آفریں ہے۔

سیرت فریدیہ | تالیف سرسید احمد خان ترتیب محمود احمد صاحب برکاتی۔

خواجہ فریدالدین خان (م ۱۸۲۸ء) جنہیں اکبر شاہ ثانی کے زمانہ (اوائل اٹھارویں صدی) میں وزارت اور خلعت سے نوازا گیا۔ اور اہم ملکی و ملی امور کی انجام دہی کا موقعہ ملا۔ سرسید مرحوم نے ان کی مختصر سوانح لکھی تھی۔ مرتب کتاب نے سرسید کے افکار و کردار پر ایک مبسوط مقدمہ بھی کتاب میں شامل کر دیا ہے۔ اصل کتاب ص۷۳ سے شروع ہوتی ہے۔ مگر یہ مقدمہ بھی افادیت میں اصل کتاب سے کچھ کم نہیں۔ برصغیر میں مسلمانوں میں دور زوال کے آغاز سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے کتاب دلچسپی کا باعث ہوگا۔ یہ کتاب بھی مکتبۂ معاویہ سے مل سکتی ہے۔

بیان الصرف اردو | از مولانا عبدالرحمان ظفر۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔ صفحات ۱۰۴ ناشر: کتب خانہ اشرفیہ چوبارہ روڈ لیہ (مظفر گڑھ) مغربی پاکستان۔

قرآن و حدیث اور علوم دینیہ کیلئے جو علوم بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں ان میں علم صرف بھی ہے۔ اردو میں بھی اس فن کے اصول و ضوابط مدون ہوئے ہیں۔ ان کتابوں میں پیش نظر کتاب بھی ہے۔ جس میں فن صرف کے اکثر قواعد آسان عبارت میں درج کئے گئے ہیں۔ مولف کی محنت قابل داد ہے۔ وہ اگر چاہیں تو اگلے ایڈیشن میں اغلاط کی تصحیح کے علاوہ مزید قواعد اور امثال کو بھی شامل

کر کے کتاب کی افادیت بڑھا سکتے ہیں۔

انوار الصفاء | مؤلفہ محمد خصلت حسین صابری صفحات ۲۷۶۔ قیمت چار روپیہ۔
کاغذ نیوز پرنٹ۔ ناشر مکتبۂ معاویہ ۱/۴ بی ون ایریا لیاقت آباد کراچی ۱۹
صحابہ کرام اور اولیائے عظام کے احوال واقوال سے پژمردہ دلوں کو تازگی اور ایمان کو جلاء مل جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کی زندگی نشانِ راہ اور حکمت ومعرفت کا ایک ایک لفظ مینارِ ہدایت بن جاتا ہے اور گم گشتگانِ راہ اپنی منزل پالیتے ہیں، پیش نظر کتاب میں ممتاز صحابہ خلفاء راشدین، تابعین، تبع تابعین اور عالمِ اسلام کے مشاہیر اولیاء اور مشائخ کے مختصر حالات اور پُر حکمت ارشادات سلیس اردو میں جمع کئے گئے ہیں جس کا مطالعہ آنکھوں کو ٹھنڈک اور دلوں کو سکون بخشتا ہے۔

علمائے حق کا شیوہ | مولانا احتشام الحق تھانوی، صفحات ۳۲۔ قیمت ۴۵ پیسے
ناشر مکتبۂ اصلاح وتبلیغ ہیر آباد جامع مسجد روڈ حیدر آباد۔ حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کی ایک تقریر کتابی شکل میں جو آپ نے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے اجتماع دستار بندی (۷، ۸ اکتوبر ۱۹۶۷ء) میں ارشاد فرمائی، یہ ایوبی دور تھا اور آپ نے مخصوص انداز میں فارغ التحصیل فضلاء کو علم کے تقاضوں اور نازک ذمہ داریوں پر متنبہ فرمایا۔ یہ تقریر ادارہ الحق نے من وعن قلمبند کر کے الحق میں شائع کرائی تھی اب مکتبۂ اصلاح وتبلیغ نے اسے زیادہ جاذبِ نظر بنا کر شائع کیا اور اس طرح اسکی افادیت عام کر دی۔

سائنس اور مسلمان | حکیم آفتاب احمد قریشی ایم اے۔ صفحات ۳۲۔ اس مختصر کتابچہ میں اس حقیقت کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مسلمانوں نے سائنس کی ترویج میں کتنا اہم کردار ادا کیا؟ یہ پمفلٹ مکتبۂ ملی۔ پی۔ او ۵۰۸۲ کراچی سے مفت طلب کیا جاسکتا ہے۔ مکتبۂ ملی نہایت قابلِ قدر خدمات انجام دے رہا ہے۔

ولیشٹ اینڈ واچ کمپنی
(سوئٹزرلینڈ)
کی
اعلیٰ معیاری
گھڑیاں
آب
نئے نئے
خوشنما ڈیزائنوں
میں
ہر جگہ دستیاب ہیں
۱۰۰ کیپ ریک نو بیز یکنڈ
واٹر پروف شاک پروف
اسٹیل =/۲۰۰ سنہری =/۲۰۰
سیکنڈس لیڈیز
سنہری کیس =/۱۴۵
واحد تقسیم کنندگان
کامرشل واچ کمپنی
کراچی - ڈھاکہ
NATIONAL 909 E
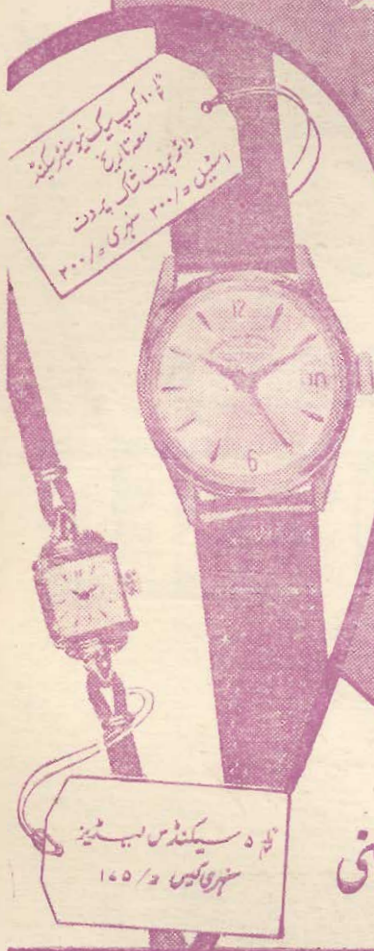
REGD—L. NO. 7681

مئی 1970